اِسْتَبِقُوا الْخَیْرَاتِ
"قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی"
المصلح الموعودؓ
مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان
ماہنامہ
خالد ربوہ
تبوک 1356 ھش
ستمبر 1977ء
ایڈیٹر
حافظ مظفر احمد

## مجلس خدام الاحمدیہ مقامی ربوہ کے زیر اہتمام

### آل ربوہ فٹ بال ٹورنامنٹ (منعقدہ جولائی 1977ء)
### میں فائنل میں آنے والی ٹیمیں

(درمیان میں) مہمان خصوصی محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد آپ کے دائیں مکرم خواجہ عبدالمومن صاحب مہتمم مقامی ربوہ اور بائیں مکرم ممتاز حسین صاحب امتیاز معتمد مجلس مقامی (سیکرٹری ٹورنامنٹ) ان کے بائیں مکرم چوہدری نعمت اللہ صاحب ایم۔ اے ناظم صحت جسمانی مجلس مقامی ربوہ۔ اور صدر بلاک، برکات بلاک کی فٹ بال ٹیموں کے کھلاڑی۔

# الفہرس


**اداریہ:**

- اس شمارہ میں ۔ رمضان اور دعا
- ہمارا سالانہ اجتماع: صفحہ ۳

**تحقیق وتفحص:**

- انکشاف قبر مسیح کی بازگشت مشرق وسطیٰ میں " ۵

**وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے:**

- آسمانی فیصلہ " ۱۰

**سفرنامہ:**

- خوبصورت جاپان اور چین " ۱۳

**شکاریات:**

- جنگل کی کہانی " ۲۳

**معلومات:**

- سوالنامہ " ۲۷

**شخصیات:**

- کرسٹوفر کولمبس صفحہ ۲۹

**سفرنامہ:**

- کینیڈا کی سیر (ساتویں قسط) " ۳۳

**اسلامی عبادات:**

- نماز کی برکات " ۳۹

**دلچسپ اور عجیب وغریب:**

- سراغرسانی کا انوکھا طریقہ " ۴۳

**فاستبقوا الخیرات:**

- اخبار مجالس " ۴۶

**منظومات:**

- کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام
- جناب شیخ عبد القادر ، جناب عبد الکریم قدسی


پبلشر: محمد شفیق قیصر ۔ پرنٹر: سید عبدالحی ۔ مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ ۔ مقام اشاعت: دفتر ماہنامہ خالد دارالصدر جنوبی ربوہ

اداریہ

- جب حیاتِ مسیح، نزولِ مسیح اور الوہیت مسیح کے عقائد زوروں پر تھے اُس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تذکرۃ الشہادتین میں ۱۹۰۳ء میں یہ پُرشوکت اعلان فرمایا کہ:-

"ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہوگی کہ عیسیٰؑ کا انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت نومید اور بدظن ہو کر اس جھوٹے عقیدہ کو چھوڑ دیں گے۔"

الٰہی نوشتہ کے مطابق حیاتِ مسیح کے عقیدہ سے بیزاری کی ابتداء حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد ہونے لگی اور تا حال یہ سلسلہ جاری ہے اور جاری رہے گا یہاں تک کہ یہ عقیدہ صفحۂ ہستی سے نابود ہو جائے۔ جناب مولانا دوست محمد شاہد مؤرخِ احمدیت کا مضمون "انکشافِ قبرِ مسیح کی صدائے بازگشت مشرقِ وسطیٰ میں"۔ اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

---

- جناب ڈاکٹر ناصر احمد پرویز پروازی نے ازراہِ عنایت اپنا دلچسپ اور معلوماتی سفرنامہ دوبارہ شروع کیا ہے۔ اس شمارہ میں "خوبصورت جاپان اور میں" کے عنوان سے انھوں نے جاپان کی ایک فرم کی سیر کرائی ہے۔ اس سے پہلے قارئین کرام اس سفرنامہ کی افادیت اور جناب پروازی کے ادبی ذوق اور شگفتگیِ مزاج کے باعث اسے بہت پسند کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ انھیں یہ مفید سلسلہ جاری رکھنے کی توفیق دے (آمین!)

---

- خالد کے ایک اور معاونِ خاص جناب ملک نے بھی سفرِ جاپان اختیار کیا ہے۔ مدیر خالد کے نام اپنے مکتوب میں انھوں نے مشاہداتِ سفر تحریر کئے ہیں۔ جناب پروازی کے تعاقب میں جناب ملک کے سفرِ جاپان کے دلچسپ مشاہدات بھی آئندہ شمارہ میں ہدیۂ قارئین کئے جائیں گے۔ (ان شاء اللہ)

---

- احمدیت کی نوجوان نسل کے لئے حضرت مہدی علیہ السلام کی کتب کا مطالعہ تربیتی اور تعلیمی مقاصد کے پیش نظر نہایت ضروری ہے بلاشبہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا علمی و ادبی پایہ ہندوستان بھر میں مسلّم تھا۔ پھر آپؑ کے کلام میں ایک خاص روحانی تاثیر اور جذب ہے جو پڑھنے والے کے اندر سوز و وجد کی کیفیت پیدا کرتا ہے ——— شعبہ تعلیم کی طرف سے ہر ماہ خدام کے مطالعہ کے لئے حضرت مسیح موعودؑ کی ایک کتاب مقرر کر کے خدام کی سہولت کیلئے اس کا تعارف "خالد" میں پیش کیا جاتا ہے۔ امید ہے ہمارے خدام بھائی اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے نہایت اہتمام کے ساتھ اس کا مطالعہ فرمائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے۔

---

- نوجوانوں میں شجاعت و بہادری کے اعلیٰ جوہر پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اسلاف کی بہادری کے کارنامے پڑھنے کے علاوہ وہ خالص شہروں کی ہنگامہ خیز اور پُررونق زندگی سے ہٹ کر ویرانوں اور جنگلوں کی تنہا زندگی سے بھی مانوس ہوں۔ اسی ضمن میں جم کاربٹ کی شکاریات کے ترجمہ کا دلچسپ سلسلہ اس شمارہ سے جناب میجر منظور احمد (ریٹائرڈ) آف ساہیوال پیش کر رہے ہیں۔ عنوان ہے ——— "جنگل کی کہانی"

---

# رمضان اور دعا

---

رمضان المبارک الوداع ہو رہا ہے۔ احادیث میں آتا ہے کہ یوں تو سارے رمضان میں ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عبادات کا خاص اہتمام فرماتے لیکن خاص طور پر جب رمضان کا آخری عشرہ شروع ہوتا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کمر کس لیتے اور پوری مستعدی سے عبادات بجا لاتے۔ اور شب بیداری سے رات کو زندہ رکھتے۔

آخری عشرہ کے چند مبارک دن باقی ہیں۔ کیا معلوم کہ آئندہ ہم میں سے کسے یہ مبارک ایام نصیب ہوں یا نہ ہوں یہ دن دعاؤں کے دن ہیں۔ ان دنوں میں دعاؤں میں خاص حرارت جوش اور سوز و گداز پیدا ہوتا ہے۔ رمضان اور قبولیت دعا کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار کیا تھا کہ رمضان میں لیلۃ القدر پاؤں تو کیا دعا کروں۔ فرمایا یہ دعا کرنا:

"اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنَّا"

کہ (اے میرے) اللہ تو بہت ہی بخشنے والا ہے تو عفو و درگذر کو پسند فرماتا ہے پس ہمیں بھی معاف فرما دے

علاوہ اور خلوص کے پورے اہتمام اور تضرع سے یہ دعائیں بھی کریں کہ اللہ تعالیٰ وہ دن جلد لائے جب اسلام کو تمام ادیان باطلہ پر کامل غلبہ نصیب ہو ۔۔۔۔۔ خلیفہ وقت کی صحت و عافیت اور درازیٔ عمر، خلافت سے وابستہ رہنے اور نظام خلافت کے قائم و دائم رہنے کے لئے دعائیں کریں۔

پھر خاص طور پر پاکستان کے استحکام اور ترقی و خوشحالی کے لئے دعا فرمائیں کہ ۔۔۔۔۔ اللہ تعالیٰ ملک کو ہر قسم کے ابتلاء سے بچائے، فتنوں سے محفوظ رکھے۔ امن کے سامان پیدا فرمائے اور قوم و ملک کو ہمیشہ ایسی قیادت عطا فرماتا رہے جو اسلام اور پاکستان کی سچی خادم، محب وطن اور وفادار ہو، ملک کی وحدت و استحکام میں کوشاں رہے، انسانیت کے بنیادی حقوق اور رعایا کے حقوق صحیح معنوں میں ادا کرنے والی ہو۔ اور اللہ تعالیٰ اس خطۂ پاک کو جو اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا۔ قائم و دائم رکھے اور اس کے قیام کی اصل غرض پوری ہو ۔۔۔۔۔ اے خدا تو ایسا ہی کر ؏

"ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد"

---

# ہمارا سالانہ اجتماع ۴، ۵، ۶ نومبر ۱۹۷۷ء

خدام الاحمدیہ کے سالانہ اجتماع کی تاریخوں میں کچھ تبدیلی کی گئی ہے۔ ۲۱، ۲۲، ۲۳، اکتوبر کی بجائے ہمارا اجتماع اب ۴، ۵، ۶ نومبر بروز جمعہ، ہفتہ، اتوار منعقد ہو گا ۔۔۔۔۔ اس قسم کے بابرکت اجتماعات دینی، تربیتی اور علمی فوائد و مقاصد کے حامل ہوتے ہیں۔ ان مبارک ایام میں خدام:-

- پنج گانہ نمازوں کے التزام اور نماز تہجد کے علاوہ اپنے اوقات دعا اور ذکر الٰہی میں گزاریں گے۔
- حضرت خلیفۃ المسیح کے ارشادات سے مستفیض ہوں گے۔
- قرآن و حدیث اور کتب حضرت مسیح موعودؑ و خلفاء سلسلہ کے درس کا شغل رہے گا۔
- اسوۂ رسول ﷺ و سیرت صحابہؓ اور سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام سننے کا موقع ملے گا۔
- دینی و تربیتی اور علمی موضوعات پر جید علماء سلسلہ کی تقاریر ہوں گی۔
- خدام کے درمیان علمی مقابلے ہوں گے۔ تلاوت، نظم، اذان، تقریر، مضمون نویسی، عام معلومات اور مشاہدہ معائنہ کے مقابلے ہوں گے۔ نیز خدام کے ورزشی مقابلے بھی ہوں گے۔

(باقی صفحہ ۳۸ پر)

تحقیق و تفحّص

جناب مولانا دوست محمد شاہد ربوہ

# انکشافِ قبرِ مسیح کی بازگشت

## مشرقِ وسطیٰ میں

نبی سیاح یعنی حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کی قبر کشمیر کا انکشاف اسلام اور عیسائیت کے علمی و تبلیغی معرکے کا ایک فیصلہ کن مرحلہ ہے جس کی نشان دہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام بانی جماعت احمدیہ نے پہلی بار ستمبر ۱۸۹۵ء میں اپنی تصنیف "ست بچن" کے ذریعہ فرمائی اور یہ نظریہ پیش کر کے دنیا بھر میں تہلکہ مچا دیا کہ:۔

"کشمیر میں ایک مشہور و معروف قبر ہے جس کو یوز آسف نبی کی قبر کہتے ہیں اس نام پر ایک سرسری نظر کرنے سے ہر ایک شخص کا ذہن ضرور اس طرف منتقل ہوگا کہ یہ قبر کسی اسرائیلی نبی کی ہے کیونکہ یہ لفظ عبرانی زبان سے مشابہ ہے مگر ایک عمیق نظر کے بعد نہایت تسلی بخش طریق کے ساتھ کھل جائے گا کہ دراصل یہ لفظ یسوع آسف ہے یعنی یسوع غمگین۔ اسف اندوہ اور غم کو کہتے ہیں۔ چونکہ حضرت مسیح نہایت غمگین ہو کر اپنے وطن سے نکلے تھے اس لئے اپنے نام کے ساتھ آسف ملا لیا۔" (ست بچن ص۱۶۹)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس تحقیق کا ذکر خاص طور پر اپنی عربی تالیف "الھُدیٰ وَالتَّبصِرَۃُ لِمَن یَّریٰ" میں کیا جو وسط ۱۹۰۲ء میں چھپی اور حجاز، مصر، شام، اور دوسرے اسلامی ممالک میں اشاعت پذیر ہوئی۔ اس کے بعد آپ نے

اپریل ۱۹۰۷ء میں "الاستفتاء" کے مشہور عربی رسالہ
میں بھی اس کی طرف فصیح و بلیغ انداز میں مفکرین اسلام
کو ایک دفعہ پھر توجہ دلائی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ حضورؑ کے
زمانہ میں ہی دنیائے عرب کے بعض ممتاز علماء نے
انتہائی سنجیدگی اور تحقیقی نظر سے اس کا مطالعہ شروع
کر دیا۔ کئی عرب بزرگ حضورؑ کے عہد میں داخل احمدیت
ہوئے مثلاً مکہ میں محمد بن شیخ احمد، طائف میں
سید عثمان، طرابلس میں محمد سعید الشّار، مصر میں
السید الزہری بدر الدین اور بیروت میں الحاج محمد المغربی
(رضی اللہ عنہم) یہ اہل عرب کا مختصر سا ایک گروہ تھا
جو اپنے وجود میں مسیح محمدی کے نظریات کی اشاعت
کا گویا چلتا پھرتا مرکز تھا۔

قبر مسیحؑ کے انکشاف کی اہمیت عالم اسلام
میں بتدریج سمجھی گئی حتیٰ کہ مفتی مصر محمد عبدہ کے
نامور شاگرد علامہ رشید رضا (ولادت ۱۸۶۵ء
وفات ۱۹۳۵ء) مدیر کو اپنے رسالہ "المنار"
میں لکھنا پڑا:۔

"ففرارہٗ الی الہند و
موتہ فی ذلک البلد
لیس ببعید عقلاً و نقلاً"

(المنار۔ جلد ۱۵ صفحات ۹۰۰، ۹۰۱)

یعنی حضرت مسیح علیہ السلام کا ہندوستان
میں ہجرت کر کے (شہر سرینگر) میں
وفات پانا بعید از عقل و نقل ہرگز
نہیں ہے۔

اس تحریر کی اشاعت پر ابھی چند سال ہی گزرے
تھے کہ مصر کی قدیم ترین اسلامی یونیورسٹی ازہر (قاہرہ)
کے نامور عالم الاستاذ محمود شلتوت نے وفات مسیحؑ
پر نہایت مدلل و مفصل فتویٰ دے دیا جو مصر کے ہفت
روزہ "الرسالہ" مورخہ ۱۱ مئی ۱۹۴۲ء جلد ۱۰ نمبر ۴۶۲
میں شائع ہوا۔ اس مشہور عالم کے فتویٰ سے ممالک اسلامیہ
کے دانشوروں اور فاضلوں کے لیے قبر مسیحؑ کی تحقیق کا
راستہ ہموار ہو گیا۔ اس فتویٰ کے ٹھیک چھ سال بعد شرق
اردن کی وادی قمران سے وہ تاریخی صحائف برآمد ہوئے
جنہوں نے حضرت مسیحؑ کی پراسرار زندگی سے پردہ اٹھا کر
بہت سے عقدے حل کر دیئے اور کئی گمنام سلسلوں
اور گمشدہ کڑیوں کا حیرت انگیز سراغ ملا۔ ۱۹۵۲ء کے
لگ بھگ ان صحائف پر باقاعدہ تحقیق و تفتیش کا آغاز
ہوا۔ اسی سال مصر کے شہرۂ آفاق محقق و مصنف السید
عباس محمود العقاد نے اپنی کتاب "عبقریۃ المسیح"
تالیف کی لیکن جب جدید انکشافات اور تاریخی نوادر
تفصیل کے ساتھ منظر عام پر آنا شروع ہو گئے تو
انہوں نے حضرت مسیحؑ کی شخصیت پر دوبارہ قلم اٹھایا
اور "حیات المسیح فی التاریخ وکشوف العصر
الحدیث" (حیات مسیح تاریخ اور جدید عصری
انکشافات کی روشنی میں) کے نام سے ایک اور معرکۃ الآراء
کتاب لکھی جسے دار الہلال مصریۃ نے ۱۹۵۸ء
میں خاص اہتمام سے شائع کیا۔

عباس محمود العقاد ۱۹۶۴ء میں فوت ہوئے
آپ کا شمار اس صدی کے عظیم مفکرین میں ہوتا ہے

ان کی تالیفات و تصنیفات کی تعداد ۴۵ کے قریب ہے
بعض مشہور کتب کے نام یہ ہیں:-
"اللّٰہ" - "عبقریۃ محمدؐ" -
"ابو الشہداء"، "زعیم الثورۃ سعد
زغلول"، "عبقریۃ صدیقؓ"، "عبقریۃ
عمرؓ" - "ذو النورین عثمان بن عفانؓ"
"عبقریۃ الامام علیؓ" - "عبقریۃ خالدؓ"
"الصدیقۃ بنت صدیقؓ" - "فاطمۃ
الزہراءؓ" - "معاویۃ بن ابو سفیانؓ" -
"القائد الاعظم محمد علی جناح" - "حیاۃ
عیسیٰؑ" -

جناب عباس العقاد صاحب مرحوم اپنی کتاب "حیات
عیسیٰؑ" میں قبر مسیحؑ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"ومن الاخبار التاریخیۃ
خبر لا یصح اغفالہ فی
ہذا الصدد لانہ محل
نظر کبیر، وہو خبر
الضریح الذی یوجد فی
طریق "خان یار" بعاصمۃ
کشمیر ویسمونہ ہناک
ضریح النبی او ضریح
عیسیٰ وردی تاریخ
الاعظمی الذی دوّن
قبل مائتی سنۃ ان
الضریح لنبی اسمہ

"یوس آصاف" ویتناقل
اہل کشمیر عن آبائہم
انہ قدم الی ہذہ البلاد
قبل الفی سنۃ، وینقل
المولوی محمد علی فی ترجمۃ
القرآن الکریم عن کتاب
عربی یسمی "اکمال الدین"
محفوظ من الف سنۃ ان
اسم "یوس آصاف" مذکور
فیہ وانہ قال عنہ انہ
رحالۃ ساح فی بلاد کثیرۃ
وان کتاب "برلام دیوشافاط"
فی صفحۃ (۱۱۱) یذکر عن
یوس آصاف انہ صاحب
"بشری" وانہم یحفظون
مثلاً من امثالہ فی تعلیمہ
یشبہ مثل السید المسیح
عن الزارع والبذور - و
لقد اورد المولوی محمد
علی ہذا التعلیق فی
تفسیر الآیۃ الکریمۃ:
"وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْیَمَ
وَاُمَّہٗ اٰیَۃً وَّاٰوَیْنٰہُمَا
اِلٰی رَبْوَۃٍ ذَاتِ قَرَارٍ
وَّمَعِیْنٍ" واورد تعلیقا

يقرب منه في تفسير قوله
تعالیٰ: "إِنِّي مُتَوَفِّيكَ
وَرَافِعُكَ إِلَيَّ" وغيرهما
من الآيات القرآنية
التي تناولت حياة عيسى
بن مريم عليه السلام"
(حياة المسيح ص۲۱۳ لقلم عباس محمود العقاد)

ترجمہ: "تاریخی خبروں میں سے ایک عظیم الشان خبر ایسی ہے جس سے اس جگہ پہلو تہی کرنا درست نہیں کیونکہ وہ بڑی ہی قابلِ توجہ اور معرکۃ الآراء ہے اور وہ "خان یار" کے محلہ میں جو کشمیر کی راجدھانی ہے ایک قبر کا وجود ہے جسے لوگ نبی کی قبر یا عیسیٰ[۱] کی قبر کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

"تاریخ الاعظمی" جو کہ دو سو سال پہلے مدوّن ہوئی اس میں لکھا ہے کہ یہ قبر ایک ایسے نبی کی ہے جس کا نام "یوس آصاف" ہے۔ اہلِ کشمیر اپنے آباء سے روایت کرتے ہیں کہ یہ نبی آج سے دو ہزار سال قبل اس علاقہ میں آیا تھا۔

مولوی محمد علی نے اپنے ترجمہ قرآن کریم میں ایک عربی کتاب مسمّیٰ "اکمال الدین" کے بارہ میں جو ایک ہزار سال قبل تصنیف ہوئی لکھا ہے کہ اس میں یوس آصف کا نام مذکور ہے اور اس کے بارہ میں لکھا ہے کہ وہ ایک سیاح تھا جس نے بہت سے علاقوں میں سیاحت کی۔ کتاب "جیلام دیو شاستر" کے صفحہ ۱۱۱ پر "یوس آصاف" کے بارہ میں لکھا ہے کہ یہ (شخص) صاحبِ "بشریٰ" ہے اور اس کتاب میں یوس آصاف کی تعلیمات میں کسان اور بیج کی مشہور مثال بھی جو حضرت مسیحؑ کی اناجیل میں پائی جاتی ہے موجود ہے۔

مولوی محمد علی صاحب نے جَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ آيَةً وَّآوَيْنٰهُمَا إِلٰى رَبْوَةٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِيْنٍ کی تفسیر میں یہ نوٹ لکھا ہے۔ نیز آیت إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ اور ان کے علاوہ حیاتِ مسیحؑ پر دلالت کرنے والی دیگر آیات کے تحت بھی اسی قسم کا نوٹ دیا ہے۔

عباس محمود العقاد کے مندرجہ بالا حقیقت افروز بیان سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ مصر کے اس بالغ نظر محقق اور مؤرخ کی نگاہ میں حضرت مسیح موعود بانیٔ جماعت احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحقیق متعلقہ قبر مسیحؑ کی

واقعاتی اعتبار سے کس درجہ اہمیت ہے۔

الاستاذ العقاد کی کتاب "حیاۃ المسیح" مصر کے علاوہ شام، لبنان، عراق، لاذقیہ، بحرین اور دوسرے اسلامی ممالک میں بڑی کثرت سے شائع ہوئی اور اس طرح بانی جماعت احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بلند پایہ تحقیق ہزاروں نہیں لاکھوں دماغوں کو متاثر کرنے کا موجب بنی۔ مگر افسوس اہل عرب میں کتاب کی مقبولیت کو دیکھ کر عجم کے بعض اہل قلم نے جب اس کتاب کا اردو ترجمہ شائع کیا[1] تو اس کتاب کی سب عبارتوں کا ترجمہ ہی غائب کر دیا جن میں تحقیق قبر مسیحؑ کا ذکر تھا اور جو پوری کتاب کی گویا جان تھیں۔ حالانکہ علمی تحقیق و تفحص تو ایسا بیش قیمت خزانہ ہے جسے حاصل کرنے کے لئے ہمارے رسول خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو چین تک جانے کی ہدایت فرمائی تھی کجا یہ کہ ایک عظیم خزانہ دیار عرب سے کسی دوسرے اسلامی ملک میں پہنچے اور اسے عام کرنے کی بجائے لوگوں کی نظروں سے جان بوجھ کر اوجھل کر دیا جائے

"اطلبوا العلم ولو کان بالصین فان طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم"

(جامع الصغیر للسیوطیؒ)

○

---

[1] ملاحظہ ہو "حیات مسیح" ناشر پاکستان کواپریٹو پبلشرز لاہور۔ فیقی سٹریٹ اچھرہ موڑ لاہور صفحہ ۲۹ مترجم مولانا منہاج الدین اصلاحی۔

## یہ دُکھ بھی کم تو نہیں ہے یارو

جناب عبدالکریم قدسی لاہور

یہ دُکھ بھی کم تو نہیں ہے یارو
کہ موت نے ہم سے
ایک ایسا بڑا مبارک وجود چھینا
کہ جس کے دم سے
برستی رہتی تھی
لُطف و برکت کی اوس ہم پر
مگر یہ دُکھ بھی تو کم نہیں ہے
کہ ابتلاؤں میں
کون لے گا ہمیں ——
حصارِ دُعا میں یارو
تسلیوں کے چمکتے موتی
مسافروں میں لُٹانے والے ——
بھی چل دیئے ہیں
خدایا! صبر و یقیں بھی دینا
رہِ سفر میں
ہر اک بلا سے بچائے رکھنا
اور ہم کو زادِ سفر بھی دینا!

وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے :

# "آسمانی فیصلہ"

ماہِ تبوک (ستمبر) میں خدام کے مطالعہ کے لئے رسالہ "آسمانی فیصلہ" مقرر ہے۔ خدام سے درخواست ہے کہ بالضرور اس کا مطالعہ فرمائیں!

(مرزا محمد الدین ناز مہتمم تعلیم)

---

یہ رسالہ ۲۷ دسمبر ۱۸۹۱ء کو بعد نماز ظہر مسجد اقصیٰ قادیان میں ایک جم غفیر کے روبرو مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے پڑھ کر سنایا۔ حضور علیہ السلام نے یہ رسالہ میاں نذیر حسین صاحب کی تکفیر کی حقیقت اور ان کی فتح کی واقعی کیفیت ظاہر کرنے کے لئے تحریر فرمایا۔ اور بعد ازاں ان کو اور ان کے ہم خیال لوگوں کو آسمانی فیصلہ کی طرف دعوت دی۔ آپ فرماتے ہیں :-

میاں نذیر حسین نے تقویٰ اور دیانت کے طریق کو بکلی چھوڑ دیا اور میری طرف سے اَنَا مُؤْمِنٌ (کہ میں مومن ہوں) کے صاف اقرارات بھی سن کر پھر بھی لَسْتَ مُؤْمِنًا (کہ تو مومن نہیں ہے۔ ناقل) کہہ دیا اور بھی اپنی تحریروں، تقریروں اور شاگردوں کے اشتہارات میں اس عاجز کا نام کافر و بے دین اور دجال رکھا میاں صاحب کی اس پھونک سے عوام الناس میں ایک سخت آندھی پیدا ہو گئی اور ہندوستان اور پنجاب کے لوگ ایک سخت فتنہ میں پڑ گئے اور اس عاجز کی نسبت گالیوں اور لعنتوں اور استہزار کا ایک طوفانِ بدتمیزی برپا ہوا اور یہ تمام ذخیرہ میاں صاحب کے ہی اعمال نامہ سے متعلق ہے جس کو انھوں نے اپنی ساری زندگی کے آخری دنوں میں اپنی عاقبت کے لئے اکٹھا کیا۔

۲۰ اکتوبر ۱۸۹۱ء میں جو تاریخ بحث مقرر کی گئی تھی اس میں بھی میاں صاحب کی طرف سے بحث ٹالنے کا بار بار یہی عذر تھا کہ پہلے اپنا عقیدہ تو مطابق اسلام ثابت کرو پھر بحث بھی کرنا جس پر اشتہار ۲۳ اکتوبر ۱۸۹۱ء میں صاف وضاحت کی گئی کہ میں تمام اسلامی عقائد پر ایمان رکھتا ہوں۔ مگر افسوس کہ میاں صاحب موصوف پھر بھی اس عاجز کو کافر ہی جانتے رہے۔ اگر ان میں ایک ذرہ تقویٰ ہوتی تو میری اس وضاحت پر فتویٰ تکفیر

سے دستکش ہو جاتے۔ لیکن نفس امارہ نے ایسا ان کے
دل پر قبضہ کر لیا کہ خدا تعالیٰ کے خوف کا کوئی خانہ خالی نہ
رہا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

حضور علیہ السلام نے اصل بحث کے لائق اور
متنازعہ فیہ امر وفات و حیات مسیح پر اظہار خیال کی دعوت
دی لیکن انھوں نے ذرہ بھر توجہ نہ کی۔ آپ نے فرمایا۔

اگر بحث نہیں کر سکتے تو آؤ اس بارہ میں اس
مضمون ہی کی قسم کھاؤ کہ قرآن کریم میں مسیح کی وفات کا
کچھ ذکر نہیں بلکہ حیات کا ذکر ہے یا کوئی حدیث صحیح مرفوع
متصل موجود ہے جس نے توفی کے لفظ کی کوئی مخالفانہ
تفسیر کر کے مسیح کی حیات جسمانی پر گواہی دی ہے۔ پھر
اگر ایک سال تک خدائے تعالیٰ کی طرف سے اس بات کا
کوئی نشان ظاہر نہ ہوا کہ آپ نے جھوٹی قسم کھائی ہے
یعنی کسی وبال عظیم میں آپ مبتلا نہ ہوئے تب بلا
توقف میں آپ کے ہاتھ پر توبہ کر لوں گا۔ لیکن نہ انھوں
نے بحث کی اور نہ قسم کھائی پھر آپ نے لاہور میں دوبارہ
دعوت دی لیکن ہر دفعہ جواب سراسر دروغ بے فروغ
تھا۔ اس کا ایک نتیجہ یہ نکلا کہ بٹالوی صاحب کو گالیوں
اور دشنام طرازی کا موقعہ مل گیا۔ انھوں نے دہلی کی جامع
مسجد میں فحش گالیاں دیں اور افراد جماعت کے روبرو
اور خطوط کے ذریعہ گالیوں کی بھرمار کر دی۔ میاں نذیر
حسین صاحب نے جھوٹے اشتہارات میں اپنی مصنوعی
فتح کا ذکر کیا اور میری نسبت اڑایا گیا کہ گویا میں ان
سے ڈر گیا ہوں۔ نعوذ باللہ! میں ہرگز ان سے نہیں
ڈرا اور کیونکر ڈرتا۔ میں اس بصیرت کے مقابل پر جو مجھے
آسمان سے عطا کی گئی ہے۔ ان ملاؤں کو سراسر بے بصیر
سمجھتا ہوں۔

آسمانی فیصلہ کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ
خدا تعالیٰ اپنے نشانات اور تائیدات کا فرعون اور دین
کے مخالفوں کے حق میں ظاہر نہیں کرتا کیونکہ وہ ان کو
جانتا ہے کہ وہ دشمن دین اور نعمت ایمان سے بے
بہرہ ہیں۔ اس لئے اگر میں درحقیقت کاذب اور دجال
ہوں تو خدا تعالیٰ مجھے رسوا کرے گا اور اہل اسلام میرے
شر سے بچ جائیں گے لیکن اگر خود میاں نذیر حسین اور
ان کی جماعت کے لوگ تائید کے نشانوں میں محروم و
مہجور رہے اور تائید الٰہی میرے شامل حال رہی تو بھی
لوگوں پر حق واضح ہو جائے گا۔ کامل مومنوں کے لئے
چار عظیم الشان آسمانی تائیدات کا وعدہ دیا گیا ہے

اول یہ کہ مومن کامل کو خدا تعالیٰ سے اکثر بشارتیں
ملتی ہیں۔

دوم یہ کہ مومن کامل پر اس کی ذات و واسطے
داروں اور دنیا کی تغیرات سے متعلق امور غیبیہ
کھلتے ہیں۔

سوم یہ کہ اس کی اکثر دعائیں قبول کی جاتی
ہیں اور دعاؤں کی قبولیت کی پیش از وقت اطلاع
دی جاتی ہے

چہارم یہ کہ مومن کامل پر قرآن کریم کے دقائق
و معارف جدیدہ و لطائف و خواص عجیبہ سب سے
زیادہ کھولے جاتے ہیں۔

چنانچہ ان چاروں علامتوں کو محک اور معیار

پھر اگر مقابلہ کے وقت دیکھا جاوے کہ اس معیار اور
ترازو کی رُو سے ——— کون شخص پورا اُترا ہے اور
کس کی حالت میں کمی اور نقصان ہے۔
اب خلق اللہ گواہ رہے کہ میں خالصاً للہ اور
اظہاراً للحق اس مقابلہ کو بدل و جان منظور کرتا ہوں
اور مقابلہ کے لئے جو صاحب میرے سامنے آنا چاہیں ان
میں سب سے اول نمبر میاں نذیر حسین دہلوی کا ہے
جنہوں نے پچاس سال سے زیادہ قرآن اور حدیث
پڑھ کر پھر اپنے علم اور عمل کا یہ نمونہ دکھایا کہ بلا تفتیش
و تحقیق اس عاجز کے کفر پر فتویٰ لکھ دیا۔ اور ہزارہا
وحشی طبع لوگوں کو بدظن کر کے ان سے گندی گالیاں
دلائیں۔ ان کو اختیار ہے کہ بٹالوی کو ساتھ ملالیں
بعدہٗ مولوی عبد الجبار، مولوی عبد الرحمٰن صاحب لکھوکے،
مولوی محمد بشیر صاحب بھوپالوی، مولوی رشید احمد صاحب
گنگوہی۔ معہ تمامی اور مشاہیر صوفیاء و سجادہ نشین کو
مقابلے کی دعوت ہے۔ اگر یہ تمام انحراف کریں تو
خدا تعالیٰ کی حجت ان پر تمام ہے۔ میں مامور ہوں اور فتح
کی بشارت مجھے دی گئی ہے۔ طریق یہ ہے کہ لاہور میں جو صدر
مقام پنجاب ہے۔ بتراضی فریقین ایک انجمن مقرر کی جائے
اور اختلاف کے وقت کثرت رائے کا لحاظ رہے گا۔
فریقین ایک سال تک انجمن میں بقید تاریخ اپنی تحریرات
بھیجتے رہیں جن کی رسید گی فریقین کو بھیجی جاتی رہے
اگر وہ تمام ان چاروں علامتوں کے مقابلہ سے
انکاری ہوں تو بالاتفاق شائع کر دیں کہ ہم مقابلہ نہیں کر
سکتے اور مومنین کاملین کے علامات ہم میں پائے
نہیں جاتے اور نیز لکھ دیں کہ ہم یہ بھی اقرار کرتے ہیں کہ
اس عاجز کے نشانوں کو دیکھ کر بلا عذر قبول کر لیں گے اور
عوام کو قبول کرنے کے لئے فہمائش بھی کر دیں گے اور
نیز دعویٰ کو بھی تسلیم کر لیں گے اور تکفیر کے شیطانی
منصوبوں سے باز آجائیں گے اور اس عاجز کو مومن کامل
سمجھ لیں گے تو اس صورت میں عاجز یہ عہد کرتا ہے کہ
اللہ جل شانہٗ کے فضل و کرم سے یکطرفہ نشانوں کا ثبوت
ان کو دے گا۔ اور امید رکھتا ہے کہ خداوند قوی و قدیر ان
کو اپنے نشان دکھائے گا اور اپنے بندہ کا حامی اور
ناصر ہو گا۔ لیکن بہتر ہے کہ مقابلہ ہو تا کہ جلدی فیصلہ
ہو اور نکتہ چینی کی گنجائش باقی نہ رہے۔ ورنہ نشانوں
کا ظہور صرف مقابلے پر موقوف نہیں بلکہ وہ تو ابتداء
سے جاری ہیں اور الہام ہے:۔

"دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے
اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول
کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے
اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔"

سو اے میری پیاری قوم اس وقت کو غنیمت سمجھ یہ
تیرا گمان صحیح نہیں کہ اس صدی کے سر پر آسمان و
زمین کے خدا نے کوئی مجدد اپنی طرف سے نہ بھیجا۔
بلکہ کافر اور دجال بھیجا اے قوم نبی علیہ السلام کی
پیشگوئی کا کچھ لحاظ کر اور خدا تعالیٰ سے ڈر۔
اس کے بعد حاضرین جلسہ کے اسماء گرامی درج
ہیں۔ بعد ازاں ڈاکٹر جگن ناتھ صاحب ملازم ریاست
جموں کو آسمانی نشانوں کی طرف دعوت دی گئی ہے کہ

سفر ہے شرط مسافر نواز بہتیرے

# خوبصورت جاپان اور میں[ل]

جناب ڈاکٹر پرویز پروازی - اوساکا جاپان

۱۹۱۸ء کی بات ہے کہ ایک کمپنی کے منحنی اور کمزور سے ضعیف البنیان قسم کے ملازم نے کمپنی والوں کو بجلی کا ایک سوئچ بنا کر پیش کیا کہ ــــــ "ملاحظہ فرمایئے خاکسار نے ایجاد کیا ہے۔"

کمپنی والوں نے اسی بے تکلفی سے اسے بیک بینی و دو گوش نکال باہر کیا کہ آپ کو کمپنی نے ایجادات کرنے کے لئے ملازم نہیں رکھا ہے۔ آپ اپنی ملازمت کا وقت دوسرے فضول کاموں پر صرف کر کے مجرمانہ غفلت کا ثبوت دے رہے ہیں۔ چلتے پھرتے نظر آیئے اور اپنی ایجاد کو بیٹھ کر چاٹیئے!

صاحب منہ لٹکائے گھر آ گئے۔ بیگم سے مشورہ کیا۔ جمع پونجی کا حساب لگایا۔ مبلغ ایک سو ین کی کل کائنات نکلی۔ ایک سو ین جو پاکستان کے حساب سے مبلغ تین روپے تیس پیسے بنتے ہیں۔ اس "خطیر" سرمائے سے اپنے نام نامی پر "ماتسوشیتا الیکٹرک کمپنی" کی بنیاد رکھی اور بجلی کے سوئچ بنانے لگے۔ برانڈ کا نام "نیشنل" رکھا اور اسی روز ہم نے ماتسوشیتا کا اباراکی پلانٹ دیکھا تو ہمیں بتایا گیا کہ ۱۹۷۵ء میں اس کمپنی کا ادا شدہ سرمایہ صرف دو ارب ڈالر تھا یعنی تقریباً بیس ارب روپے۔ یعنی وہ تین روپے اب بیس ارب روپے بن چکے ہیں۔ ہم نے پوچھا ــــــ اور وہ کمپنی جس نے انہیں چھٹی کرا دی تھی کتنے ارب روپے کی مالک ہے؟ جواب ملا صرف تیس برس پہلے ختم ہو گئی۔ کیونکہ دیوالہ پٹ گیا تھا ــــــ صاحبو! یہ جو گھروں میں نیشنل ٹی وی، اور ریڈیو اور ٹرانزسٹر اور ریفریجریٹر اور پتہ نہیں کیا کیا لئے پھرتے ہو۔ یہ اسی ماتسوشیتا الیکٹرک کمپنی کے بنائے ہوئے ہیں۔ امریکہ میں ان کے برانڈ کا نام PANSONIC اور TECHNICS

ل : یہ عنوان جاپان کے نوبل پرائز یافتہ ناول نگار "کاواباتا" کی اسی تقریر سے ماخوذ ہے جو مرحوم نے نوبل پرائز وصول کرتے وقت کی تھی۔

ہے۔ ہمارے ہاں اور باقی دنیا میں "NATIONAL"
برانڈ کا پرزہ اٹھائیے تو نیچے ماتسوشیتا صاحب بیٹھے
مسکراتے نظر آتے ہیں۔ کیونکہ اب بہت بوڑھے ہو چکے
ہیں۔ صحت کسی زمانہ میں بھی قابلِ رشک نہ تھی اور اب
تو بڑھاپا بھی ہے۔ نرینہ اولاد سے محروم ہیں۔ اس لئے
داماد کو انتظامی امور سونپ رکھے ہیں اور داماد صاحب
نے بھی جاپان کی رسم کے مطابق ان کا خاندانی نام اپنا
رکھا ہے۔ قبیلہ کا نام "کونوسوکے ماتسوشیتا" (KONO-
SOKE MATSUSHITA) ہے اور خیر قبیلہ کا
اسمِ گرامی "ماساہارو ماتسوشیتا" (MASAHARU-
MATSUSHITA)۔ کمپنی نے دنیا کے صرف اکیس
ممالک میں ذیلی مینوفیکچرنگ کمپنیاں بنا رکھی ہیں اور
پندرہ ممالک میں محض سیلز کمپنیاں قائم کر رکھی ہیں
یعنی ہر حال میں الیکٹرانک مارکیٹ پر قبضہ جما رکھا ہے
اور اس الیکٹرانک دور میں انسانی عزم، ولولہ اور بلند
ہمتی کا علم اٹھایا ہوا ہے۔ ہمیں الیکٹرانکس سے تو
چنداں دلچسپی نہیں مگر انسان کی اولوالعزمی سے شغف
ہے لہٰذا اس "ماتسوشیتی" کے مرتکب ہو رہے
ہیں یعنی پروفیسر نصیر احمد خان صاحب کے شعبہ میں "دخل
در معقولات" کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ حالانکہ جانتے
ہیں کہ ہم الیکٹرانکس کی الف بے بھی نہیں جانتے۔

بھلا ہو۔ اوساکا چیمبرز آف کامرس کا کہ ہمیں
بھی کراچی کے پروفیسر اسلم شاہ کے ساتھ جاپان کے
اس صنعتی ادارہ کا معائنہ کرنے کی دعوت دی۔ اوساکا
سے کچھ باہر اباراکی کے مقام پر ان کا ٹی وی بنانے کا
شعبہ ہے۔ ہم چیمبر کے ایک نمائندہ اور پروفیسر ہاماگوچی
کی معیت میں وہاں پہنچے اور VIP استقبال کے
مستحق قرار پائے یعنی صدر دروازہ پر شعبہ کے سربراہ
نے لپک کر ہمارے قدم لئے۔ حسین خوبصورت اور آراستہ و پیراستہ
کمرہ میں بٹھائے گئے۔ وہاں تپائی پر جاپان اور پاکستان
کے ننھے منے جھنڈے لہرا رہے تھے۔ پاکستان والے جھنڈے
کی طرف ہم بٹھائے گئے۔ شعبہ کے سربراہ دوسری طرف
تشریف فرما ہوئے۔ ٹھیک ٹھاک مزاج پرسی اور رسمی
گفتگو ہوئی۔ چائے پانی سے تواضع کی گئی۔ نوجوان مترجم
حضرات حضرت کی جاپانی تقریر کا امریکی انگریزی میں ترجمہ
کرتے جاتے تھے اور ہم پاکستانی انگریزی میں اسے سمجھنے
کی کوشش کرتے تھے۔ ہماری انگریزی بھی اسی طرح امریکی
لہجے میں بولنے والے جاپانی ترجمین کی وساطت سے
جاپانی میں ترجمہ ہو کر حضرت کے گوش گزار کی جاتی تھی۔
جو خدا معلوم کیا سمجھتے تھے اور انہیں کیا بتاتے تھے۔
بہر حال گفتگو کا سلسلہ جاری تھا۔

اس شعبہ کے سربراہ پر ہی کیا موقوف ہے۔
کمپنی کے بانی جو امریکہ اور یورپ کی الیکٹرانک مارکیٹ
کے بادشاہ سمجھے جاتے ہیں۔ انگریزی کا ایک لفظ نہیں
جانتے۔ یہاں بھی گفتگو کا آغاز یہیں سے ہوا کہ
——— "معاف کیجئے کہ ہمیں انگریزی نہیں آتی"۔
ہم نے کہا۔ "اچھی بات ہے۔ ہم لوگوں نے انگریزی
سیکھنے کے لئے تین نسلوں کی قربانی دی ہے یعنی دو سو
سال تک انگریزی کی غلامی کا طوق گردن میں ڈالے پھرے
ہیں۔ آپ لوگ خوش قسمت ہیں کہ امریکہ کی غلامی سے

جلد ہی رہا ہو گئے۔ اگر ہماری طرح انگریزی بولنا سیکھ لیتے تو آج اسی جگہ ہوتے جہاں ہم ہیں ——— " اس پر تالی بجی اور ہم کہ احمق ہونے کی وجہ سے تالی نہیں بجا تے اس وجہ سے "نکو" بننے سے بچ گئے کہ ہمارے فقرے پر تالی بجائی جا رہی تھی۔

کمپنی کا مختصر سا تعارف ہوا بس دوران دو وردی پوش حضرات نے کھڑکیوں کے پردے کھینچ دیئے اور روشنی بجھا دی۔ ہم نے کہا "الٰہی خیر! یہ حضرات کیا چاہتے ہیں؟ ——— مگر کمپنی کی مصنوعات کے بارہ میں ایک دستاویزی فلم شروع ہو گئی اور ہم چائے کا چسکی لیتے ہوئے فلم دیکھنے لگے۔ فلم ختم ہوئی تو حضرت ہمیں فیکٹری کا معائنہ کرنے کے لئے لے چلے

ابارا کی کے مقام پر اس کمپنی کا جو پلانٹ ہے وہ صرف ٹیلی ویژن بناتا ہے اور صرف جاپان میں اس کمپنی کے ساٹھ پلانٹ ہیں۔ تیرہ ریسرچ لیبارٹریاں ہیں۔ ساٹھ ریسرچ گروپ ہیں۔ اور کمپنی کے پاس صرف انتیس ہزار (۲۹,۰۰۰) چیزوں کے پیٹنٹ حقوق ہیں۔ یعنی یہ ۲۹۰۰۰ چیزیں صرف یہ کمپنی بنا سکتی ہے کوئی اور نہیں بنا سکتا۔ حد ہو گئی۔ ذرا سوچیئے کہ ایک سوچ کے پیٹنٹ رائٹ سے انتیس ہزار تک اس کمپنی نے کتنا فاصلہ طے کیا ہے۔ ؏

ہر مرد ے و ہر کار ے

سب سے پہلے ہمیں ریسرچ کا شعبہ دکھایا گیا اس کے بعد ایک شعبہ میں داخل ہوئے تو سکتہ سا طاری ہو گیا۔ ایک ٹیلی ویژن سیٹ ایک سٹول پر رکھا تھا اور اس کے اندر سے دو لاکھ وولٹ بجلی گذاری جا رہی تھی ہم نے پوچھا۔

"اس بے چارے سے کیا قصور سرزد ہوا ہے کہ اسے اس عذاب میں مبتلا کر رکھا ہے؟"

فرمانے لگے۔ یہ ایک نہیں ہر سیٹ اس عذاب سے گزرتا ہے۔ دیکھنا یہ مقصود ہے کہ اگر آسمانی بجلی سیٹ میں سرایت کر جائے تو اسے نقصان تو نہیں پہنچتا؟ اور جواب یہ ہے کہ نہیں پہنچتا کیونکہ اس امتحان کے بعد سیٹ ٹھیک ٹھاک کام کر رہا ہے

دوسرے کمرہ میں ایک سیٹ رکھا تھا۔ کمرہ کی فضا میں اتنی ٹھنڈک پیدا کی گئی تھی جتنی ہمالیہ کی چوٹی پر ہو سکتی ہے۔ سیٹ اس ٹھنڈک سے گزر کر بھی ٹھیک ٹھاک تھا۔ اور شریاتی سنگھ کی طرح تنتنا رہا تھا۔ تیسرے کمرہ میں گرمی اور حبس کی آزمائش تھی یعنی اتنی گرمی جتنی ممکن ہو سکتی ہے (ہمارے ملتان جتنی تو ضرور ہو گی) چوتھے میں بھی کچھ تھا جس کے بارہ میں ٹھیک طرح سمجھ نہیں آیا۔ کوئی حسابی معاملہ تھا اور حساب سے ہمارے تعلقات شروع سے ہی کشیدہ رہے ہیں۔ اللہ مغفرت کرے ہمارے استاد۔ پروفیسر محمد ابراہیم ناصر مرحوم سکول میں فرمایا کرتے تھے:

"تمہیں ساری عمر حساب نہیں آ سکتا"۔

اور الحمد للہ کہ ہم نے اپنے استاد کی اس بات پر آج تک حرف نہیں آنے دیا۔ اللہ ہمیں استقامت بخشے

پھر آٹو میٹک پلانٹ کی باری آئی۔ کمپیوٹر کام کر رہے تھے۔ وسیع و عریض ہال میں بے شمار

سیٹ بیک وقت تیار ہو رہے تھے اور کوئی متنفس
وہاں موجود نہ تھا۔ کھٹا کھٹ مشینیں چل رہی تھیں۔
ہر دس کمپیوٹروں کے بعد ایک ماسٹر کمپیوٹر تھا اور
یوں سر اٹھائے کھڑا تھا جیسے استاد ڈنڈا پکڑے
کلاس میں کھڑا ہو۔ یعنی ہر سیٹ اس کمپیوٹر کے پاس
آتا اور وہ جانچتا کہ اس میں کوئی غلطی تو نہیں ہوئی
اگر غلطی نکلتی تو وہ سیٹ فوراً متعلقہ کمپیوٹر کو
واپس بھیج دیتا۔ مگر ایسا بہت شاذ ہوتا تھا۔ بلکہ
نہیں ہوتا۔ ہم کچھ دیر کھڑے ہو کر یہ تماشہ دیکھتے رہے
اور انسانی ذہن کی داد دیتے رہے انسان نے مشین
کو کس طرح اپنا غلام بنا رکھا ہے۔ کتابوں میں پڑھا
کرتے تھے۔ اس روز آنکھوں سے دیکھ لیا۔ مفتی صدر الدین
آزردہ کا شہر آشوب یاد آیا ؎

گوش زد تھا جو فسانوں سے وہ آنکھوں دیکھا
جو سنا کرتے تھے کانوں سے وہ آنکھوں دیکھا

اس کے بعد اس ہال میں گئے جہاں انسان
کام کر رہے تھے بے شمار لوگ انہماک سے اپنے اپنے
کام میں مصروف تھے۔ ہم لوگ معائنہ کرتے پھر رہے
کسی نے آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا کہ کون آیا ہے یا کون
گیا۔ ایک چھوٹے سے کمرہ میں کچھ خواتین و حضرات
جھگڑ رہے تھے۔ گرما گرم بحث ہو رہی تھی۔ ہم لوگ
رک کر کھڑے ہو گئے اور انتظار کرنے لگے کہ ابھی اس
بک بک جھک جھک کے بعد جوتم جوتا ہو گی اور گھمسان
کا رن پڑے گا مگر کچھ بھی نہیں ہوا سب لوگ ایک ٹی وی
سیٹ کے گرد جمع ہو گئے۔ ایک صاحب نے کچھ کہا
اور تھوڑی دیر کے بعد اس ٹی وی پہ ایک بزرگ سے نمودار
ہوئے کچھ فرمایا۔ کچھ نقشے بنائے اور بات ختم ہو گئی
ہم نے پوچھا کہ "یہ کیا معاملہ تھا؟"

بتایا گیا کہ یہ ریسرچ سٹڈی گروپ ہے جو
کسی ایک خاص پرزے پہ تحقیق کر رہا ہے۔ انھیں
کوئی مسئلہ درپیش تھا وہ حل نہیں ہوا تو ریسرچ
کے ہیڈ آفس کو مطلع کیا۔ ٹیلی ویژن پر جو صاحب
آئے وہ بڑے ریسرچ افسر تھے۔ انھوں نے مسئلہ
حل کر دیا ہے اور اب یہ لوگ پھر اپنے اپنے کام میں
مصروف ہو گئے ہیں۔

آخری شعبہ وہ تھا جہاں ٹی وی کی ترسیل
کا کام ہوتا ہے۔ وہاں گئے۔ پوچھنے سے تو تنگ آ گئے
تھے اور شاید بتانے والے بھی تنگ آ گئے ہوں گے
ہم نے ایک چارٹ ملاحظہ کیا۔ ٹی وی بنانے کی
تفصیلات درج تھیں جو ہم نے جلدی میں نقل کر لیں
اور آپ بھی جلدی جلدی پڑھ لیں ———

اوں ہوں! ایسے نہیں ذرا سی وار دیکھیں:۔

۱۹۳۵ء میں ٹی وی پر ریسرچ کا آغاز ہوا
یعنی راقم الحروف کی پیدائش سے بھی ایک برس پہلے۔
اپنی تاریخ پیدائش کے حساب سے اپنا حساب آپ
خود کر لیں ——— ۱۹۳۸ء میں پروٹو ٹائپ
ٹیلیویژن بنایا گیا جس کی ٹیوب بارہ انچ کی تھی اور
جس کا deflection angle ۵۰ درجے
تھا۔ (اس کی تشریح کے لئے مکرم ڈاکٹر نصیر احمد خان
صاحب سے رجوع کریں۔ ہم تو پاکستان آ کر ان سے

پوچھیں گے۔ انشاء اللہ!) ؏

"اس کے بعد اک لمبی چیپ اور تیز ہوا کا شور"

یہ مصرعہ منیر نیازی کا ہے جو ہم نے محض یہ بتانے کے لئے یہاں لگایا ہے کہ ۱۹۴۸ء سے ۱۹۵۱ء تک ریسرچ ہوتی رہی اور ۱۹۵۱ء میں پہلا باقاعدہ سیٹ بنایا گیا اور جاپان کے سرکاری ریڈیو NHK نے اسے قبول کر لیا۔ ۱۹۵۲ء میں پہلا ٹی وی سیٹ مارکیٹ میں فروخت کے لئے پیش کیا گیا اور ۱۹۶۸ء تک ایک کروڑ سیٹ تیار کئے گئے۔ یعنی کل پندرہ سال اور چار مہینے میں ایک سے ایک کروڑ تک پہنچی۔ ۱۹۷۴ء تک چار کروڑ سیٹ بن چکے تھے اور ۱۹۷۵ء کے بارہ میں بھی کچھ لکھا تھا وہ پڑھا نہیں گیا۔ ہندسے اتنے زیادہ تھے کہ ہمارا حساب ان کا ساتھ نہیں دے رہا تھا۔

اور پھر بات یہ ہے کہ اتنے اعداد لکھنے کے بعد ہمارا معدہ بھی کچھ گڑبڑ کرنے لگتا ہے اور ہاضمون مانگتا ہے جو اتنی دور سے ہم کیسے منگوائیں گے؟ اللہ بخشے ہمارے دوست ناجی سبزواری کو (ویسے وہ بقید حیات ہیں) ہاضمون کی تعریف میں فرما گئے ہیں ـــــ اللہ اللہ ؎

اس قدر تاثیر دیکھی نہ سنی
گل گئے جبڑے مرے دانتوں سمیت
اور جب معدہ میں اتری ہاضمون
ہضم کھانا ہو گیا آنتوں سمیت"

دیکھی آپ نے ہاضمون کی تاثیر؟ ہم الیکٹرانکس کی باتیں کرتے کرتے کہاں پہنچ گئے ہیں۔

اس کے بعد پھر واپس اس کمرہ میں لائے گئے۔ اب کے جوس پلائے گئے۔ اور وزیٹر بک پر ہمارے دستخط کروائے گئے تا کہ سند رہیں اور بوقت ضرورت کام آئیں۔

واپس آتے ہی پہلا کام یہ کیا کہ گھر خط لکھا کہ وہ نیشنل براند ٹی وی جو ہم وہاں رکھ کر آئے ہیں اس کو دھڑلے سے استعمال کریں اور ان لوگوں سے ہرگز مرعوب نہ ہوں جو اس براند کے علاوہ دوسرے ٹیلیویژن سیٹ رکھتے ہیں۔ ایک خط قبلہ قریشی محمود الحسن صاحب مدظلہ کو معذرت کا لکھا کیونکہ جب انہیں نیشنل ٹی وی کی ایجنسی ملی تھی ہم نے بہت باتیں بنائی تھیں۔ خدا معلوم یہ باتیں ہاضمون کے زیر اثر نکل رہی ہیں یا یہ ماتسوشیتا کا جادو ہے جو سر چڑھ کر بول رہا ہے جب سے ہم وہاں سے آئے ہیں یہ امنگ دل میں پل رہی ہے کہ ماتسوشیتا صاحب سے ملا جائے۔ دیکھیں تو سہی وہ کیسے لوگ ہیں جو ایسے کام کر گزرتے ہیں تصویر سے تو وہ صرف ماتسوشیتا لگتے ہیں اور کوئی خاص بات نظر نہیں آتی۔ ••

○

تذکرہ اولیاء میں ہے کہ:-

● حضرت ذوالنون مصریؒ کو زندیق قرار دے کر بیڑیاں پہنا کر لے جایا جا رہا تھا تو ایک ضعیفہ نے کہا کہ خوفزدہ نہ ہونا کیونکہ وہ (مراد حاکم وقت) بھی تمہاری ہی طرح خدا کا ایک بندہ ہے۔

مرسلہ: خلیل احمد سولنگی۔ گوجرانوالہ

**آسمانی فیصلہ " بقیہ صفحہ ۱۲**

اگر آپ طالب حق ہیں تو اقرار واقعی اخبارات میں شائع کروائیں تو ایک سال کے اندر الیمان نشان ظہور پذیر ہو گا جو انسانی طاقتوں سے بالاتر ہو۔ اور اگر میں ناکام رہا تو ڈاکٹر صاحب جو تاوان یا سزا میری مقدرت کے موافق میرے لئے تجویز کریں وہ مجھے منظور ہے اور بخدا مجھے مغلوب ہونے کی حالت میں سزائے موت سے بھی کچھ عذر نہیں۔

پھر منصفین کے غور کے لائق" عنوان کے تحت فرمایا کہ جلد باز مولوی فوری طور پر پیشگوئیوں کے جھٹلانے کے درپے ہیں حالانکہ سینکڑوں پیشگوئیوں کی طرف غور نہیں کرتے جو ظہور میں آ چکی ہیں۔

پھر میر عباس علی لدھیانوی کے بارہ میں فرمایا کہ گو اس سے متعلق الہام "اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ" ہے لیکن وہ جماعت اعداء میں شامل ہو گیا تو یہ بات بھی خلاف پیشگوئی نہیں۔ اول یہ کہ فطرتی خوبی کی طرف اشارہ ہے دوم اس وقت کی حالت موجودہ کی خبر دے دی۔ سوم یہ کہ جب تک انسان زندہ ہے اس کے سوء خاتمہ پر حکم نہیں کر سکتے یہودا اسکریوطی اور لڑھس جیسے بزرگ حواری بھی حضرت مسیح علیہ السلام سے رد گردہ ہو گئے لیکن یہ امر یاد رہے اگر اس جماعت سے ایک نکل جائے گا تو خدا تعالیٰ اس کی جگہ بیس لائے گا۔

پھر جلسہ سالانہ موزخہ ۲۷ تا ۲۹ دسمبر کے انعقاد کا اعلان فرمایا جس میں حقائق و معارف کے سنانے کا شغل رہے گا۔

اس کتاب کے بارہ میں الہام الٰہی ہے:۔
"کِتَابٌ سَجَّلْنَاهُ مِنْ عِنْدِنَا"
کہ یہ وہ کتاب ہے جس پر ہم نے اپنے پاس سے مہر لگا دی ہے۔

○

● اپنے مکان کو قبر سے بھی زیادہ خالی رکھو تا کہ ترک زیا کار نیحہ نہ ہو۔ (حضرت بشر حافیؒ ص۵۷)

# "شدتِ گرمی کا ہے محتاج بارانِ بہار"

(انتخاب از منظوم کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

اے میرے پیارو شکیب و صبر کی عادت کرو
وہ اگر پھیلائیں بدبو تم بنو مشکِ تتار

نفس کو مارو کہ اس جیسا کوئی دشمن نہیں
چپکے چپکے کرتا ہے پیدا وہ سامانِ دیار

گالیاں سن کر دعا دو پا کے دکھ آرام دو
کبر کی عادت جو دیکھو تم دکھاؤ انکسار

چپ رہو تم دیکھ کر ان کے رسالوں میں ستم
دم نہ مارو گر وہ ماریں اور کردیں حال زار

دیکھ کر لوگوں کا جوش و غیظ مت کچھ غم کرو
شدتِ گرمی کا ہے محتاج بارانِ بہار

جبکہ کہتے ہیں کہ کاذب پھولتے پھلتے نہیں
پھر مجھے کہتے ہیں کاذب دیکھ کر میرے ثمار

صدق سے میری طرف آؤ اسی میں خیر ہے
ہیں درندے ہر طرف میں عافیت کا ہوں حصار

میں اگر کاذب ہوں کذابوں کی دیکھوں گا سزا
پر اگر صادق ہوں پھر کیا عذر ہے روزِ شمار

اس تعصب پر نظر کرنا کہ میں اسلام پر
ہوں فدا پھر بھی مجھے کہتے ہیں کافر بار بار

میں وہ پانی ہوں کہ آیا آسماں سے وقت پر
میں وہ ہوں نورِ خدا جس سے ہوا دن آشکار

○

ـــــ (ثمین)

جناب شیخ عبد القادر - لاہور

رہِ وفا و محبت پہ صد ہزار چلے
کوئی چلے نہ چلے ہم تو بار بار چلے

یہ جسم و جاں کا چمن ہے اسے سنوار چلے
وہ دیکھو آج کا منصور، سوئے دار چلے

عجیب راہوں پہ ڈالا کہ یوں چلے مومن
خود ان کے ساتھ ستاروں کی راہ گزار چلے

چمن میں غنچے پیامِ نمو لائے ہیں
جہاں میں بن کے ہمیں راہرو بہار چلے

ازل سے تا بہ ابد منزلِ مراد ہے ایک
"ہمارے ساتھ جسے موت سے ہو پیار چلے"

○

# قرارداد ہائے تعزیت

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا یہ غیر معمولی اجلاس الحاج سر الف ایم سنگھاٹے سابق گورنر جنرل گیمبیا، مغربی افریقہ کی وفات پر گہرے رنج والم کا اظہار کرتا ہے۔ الحاج الف ایم سنگھاٹے وہ اولین سربراہ مملکت تھے جو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہام "بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے" کے ظاہری معنوں میں بھی مظہر تھے۔ جب آپ گیمبیا کے گورنر جنرل مقرر ہوئے تو آپ نے حضرت امیر المومنین کی خدمت میں یہ درخواست کی کہ مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کوئی کپڑا برکت حاصل کرنے کی غرض سے ارسال فرما دیں۔ حضور ایدہ اللہ نے اس درخواست کو قبول فرماتے ہوئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی قمیص میں سے ایک کپڑے کا ٹکڑا انہیں تبرک کے طور پر بھجوایا۔ مرحوم کو دو مرتبہ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی زیارت اور شرف ملاقات حاصل ہوا ——— مرحوم بہت مخلص اور فدائی احمدی تھے ان کی وفات سے جماعت ایک عظیم خادم سے محروم ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مرحوم کو جنت الفردوس میں اپنے قرب میں جگہ دے اور آپ کے اہل و عیال کا حافظ و ناصر ہو۔

(مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

---

مجلس عاملہ خدام الاحمدیہ قیادت ماڈل ٹاؤن لاہور کا یہ غیر معمولی اجلاس منعقدہ ۲۱؍ اگست بروز پیر بمقام ۸۷ سی ماڈل ٹاؤن لاہور مجلس ہذا کے حلقہ گلبرگ کے زعیم مکرم اشفاق احمد منہاس صاحب کے والد گرامی مکرم چوہدری محمد اکرم منہاس مرحوم کی وفات حسرت آیات پر گہرے رنج و الم کا اظہار کرتا ہے۔ مرحوم گوناگوں صفات کے حامل تھے۔ سلسلہ کے لئے غیرت رکھنے والے اور سلسلہ کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے تھے قرآن کریم سے عشق تھا اور تمام احباب سے شفقت کا سلوک فرماتے تھے دعا ہے کہ خدا تعالیٰ مرحوم کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ نیز ان کے صاحبزادگان کو ان مبارک نقش قدم پہ چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(ہم ہیں اراکین مجلس عاملہ مجلس خدام الاحمدیہ ماڈل ٹاؤن لاہور)

نئی اور پرانی موٹروں کی خرید و فروخت کا مرکز
لطیف موٹرز
۲۴- میکلوڈ روڈ - لاہور
جہاں آپ اطمینان اور پوری تسلی کے ساتھ اپنی کار فروخت کر سکتے
ہیں اور ضرورت کے مطابق نئی اور پرانی کار خرید سکتے ہیں۔
ٹیلیفون نمبر: ۵۵۹۴۴

(پہلی قسط)

**شکاریات:**

——— جناب میجر منظور احمد (ریٹائرڈ) ساہیوال

یہ ترجمہ ہے جم کاربٹ کی کتاب "JUNGLE LORE" کے پہلے باب کے کچھ حصے کا۔ یوں تو شکاریات پر آج کل ہر ڈائجسٹ رسالے میں لاتعداد جھوٹی سچی کہانیاں بھری ہوتی ہیں مگر یہ کتاب اس مشہور و معروف شکاری کے ذاتی تجربات اور سچے حالات و واقعات پر مشتمل ہے۔

اس کتاب کا انتخاب اس لئے کیا گیا ہے کہ خاکسار کے خیال میں اس کے پڑھنے سے نوجوان طبقے میں "جنگل ——— جنگل کے طور طریقوں" اور اگر میں اپنے آپ کو زیادہ واضح کر سکوں تو "جنگل کی زبان" سیکھنے کی اُمنگ پیدا ہوگی۔ کہتے ہیں "جنگل میں مور ناچا کس نے دیکھا؟" مگر انصاف یہ ہے کہ مور کو ناچتے ہوئے جنگل ہی میں دیکھنا چاہیئے۔ مناظر فطرت، دلکش آواز والے خوبصورت پرندوں، معصوم چوپایوں اور پھر انسانی جان اور دلیری کو چیلنج کرنے والے خونخوار درندوں کا حیاتیاتی مطالعہ بجائے خود ایک درس حیات ہے۔ امید ہے کہ احمدی نوجوان اس مفید مردانہ مشغلے کو اپنانے کی کوشش کریں گے اور بجائے ہیبت ناک غذی قصے پڑھنے کے فطرت کی کھلی کتاب کا براہ راست مطالعہ کرنے کے لئے اپنے آپ کو مستعد پائیں گے۔

صحرا اور جنگل کا جادو مسحور کن ہوتا ہے۔ خاکسار راقم الحروف ایک بار نصف شب کے وقت ایک صحرا میں گھوم رہا تھا کہ جیپ کے آگے ایک ہرن کا بچہ آگیا اور تیز روشنی میں ٹھٹھک کر رہ گیا۔ اس کی بڑی بڑی سیاہ معصوم آنکھوں سے

میں نکلے جا رہا تھا۔ میں نے جیب روک لی۔ غزال بچہ ابھی حیرت زدہ آنکھیں کھولے دیکھے جا رہا تھا اگرچہ میر کا یہ شعر سنا ہوا تھا۔ ؎

"دور بیٹھا بھاگو ہو ہم سے سیکھ طریقہ غزالوں کا
وحشت کرنا شیوہ ہے کچھ اچھی آنکھوں والوں کا"

مگر یہاں معاملہ برعکس تھا میرے روکنے سے پیشتر میرے ساتھی نے ہمائیں سے بندوق داغ دی اور دوسرے لمحے وہ معصوم، خاک و خون میں غلطاں تھا۔ اس واقعہ کو تیرہ برس کے قریب ہو چکے ہیں۔ وہ آنکھیں نہیں بھولتیں۔

(منظور) ـــــــــــــــــــ

## پہلا باب

آٹھ سے لے کر اٹھارہ برس تک کی عمروں کے ہم چودہ لڑکے لڑکیاں "کالاڈنگی" جنگل میں سے گزرنے والی ایک ندی کے پرانے بوسیدہ پل کی دیوار پر بیٹھے ڈینیسے سے بھوت پریت کی کہانیاں سن رہے تھے۔ قریبی جنگل سے لکڑیاں چن کر ہم نے جو الاؤ روشن کیا تھا۔ وہ اب سرخ انگاروں میں تبدیل ہو چکا تھا۔ شام کے سائے گہرے ہوتے جا رہے تھے۔ ظالم نے جنوں بھوتوں کی ڈراؤنی کہانیوں کے لئے کیسا وقت چنا تھا۔ شاید مناسب ترین وقت اور موزوں ترین گرد و پیش۔ کہانی سنتے سنتے بعض اوقات اگر کوئی لاشعوری طور پر پیچھے مڑ کر دیکھ لیتا تو لڑکیاں مارے ڈر کے ایک دوسری سے لگ جاتیں۔

ڈینیسے ایک آئرش لڑکا تھا اور سر سے پاؤں تک توہم پرستی میں غرق۔ بھوتوں کے قصے وہ اس یقین کے ساتھ سناتا تھا جیسے ان کی سچائی میں شک کا شائبہ تک نہ ہو۔ آج شام جو قصے وہ بیان کر رہا تھا وہ کفن پوش مردہ جنگجوؤں، کڑکڑاتی ہوئی ہڈیوں والے انسانی پنجروں اور پراسرار زینوں اور از خود کھلتے بند ہوتے دروازوں کے تذکروں سے بھرے ہوئے تھے۔ مجھے چونکہ اس قسم کے قلعے یا حویلیاں دیکھنے کا کبھی اتفاق نہیں ہوا تھا جو پر جنوں بھوتوں کے مسکن ہونے کا گمان ہو سکے اس لئے یہ کہانیاں مجھے کچھ زیادہ خوف زدہ نہیں کر رہی تھیں۔ ڈینیسے نے ابھی ابھی ایک رونگٹے کھڑے کر دینے اور خون منجمد کر دینے والا قصہ ختم کیا تھا۔ کہ پیچھے سے ایک غراتی ہوئی آواز ابھری

"ہوسے ہار ۔ ہوسے"

اور سہمی ہوئی لڑکیوں کے جمگھٹے میں سے کچھ دبی دبی

چیخیں بلند ہو ئیں۔

یہ آواز ایک نیدرگ قسم کے اُلّو کی تھی جو دن بھر ایک جلے ہوئے درخت پر چڑھی ہوئی بیلوں کی اوٹ میں ایک شاخ پر بیٹھا اونگھا کیا تھا تا کہ کوّوں کی خصوصی توجہ اور دِق کرنے والے دوسرے پرندوں کی دستبرد سے محفوظ رہ سکے اور اب رات پڑنے پر آنجناب ندی کی جانب مینڈکوں اور مچھلیوں کی تلاش میں روانہ ہوا چاہتے تھے۔ یہ درخت بجلی گرنے سے جل کر سیاہ ہو چکا تھا اور جب کبھی ہم لڑکے اپنی غلیل یا تتلیاں پکڑنے کے جال لے کر گھنے جنگل میں داخل ہوتے تو واپسی کے لئے یہ درخت ایک مدد کے نشان کے طور پر ہماری رہنمائی کرتا تھا۔ اُلّو کی اس قسم کی آواز کو انجان لوگ اکثر شیر کی آواز سمجھ لیتے تھے۔ اس اُلّو کی مادہ جب انڈوں کا موسم نہ ہو تو ندی کنارے ایک پیپل کے درخت میں الگ رہائش رکھتی تھی۔ مگر اس آواز کا فوری اور لازمی طور پر جواب دیتی تھی۔

اُلّو کی چیخ سن کر ڈیتیسے صاحب نے اپنے قصّوں کا رخ بدروحوں اور چڑیلوں کی طرف موڑا اور ہمیں یقین دلانے لگے کہ چڑیلوں اور بدروحوں کی چیخیں سننے والا یقینی بدقسمتی میں گھر جاتا ہے اور اگر کبھی کسی کو انھیں دیکھنے کا اتفاق بھی ہو جائے تو وہ بدقسمت پھر موت سے بچ نہیں سکتا۔ اُس نے ہمیں بتلایا کہ یہ مخلوق جنگلوں اور

کرب ناک چیخ کے مشابہ ہوتی ہے جیسے وہ خود اندھیری طوفانی راتوں میں کئی بار سن چکا تھا۔ یہ چڑیلوں کی کہانیاں اگرچہ ڈراؤنی تھیں مگر مجھے اچھی لگ رہی تھیں کیونکہ یہ میری آوارہ گردیوں کی پسندیدہ آماجگاہ جنگل سے متعلق تھیں جہاں میں پرندوں کے انڈوں اور تتلیوں کی تلاش میں مارا مارا پھرا کرتا تھا۔

میں نہیں جانتا کہ ڈیتیسے کی آئرستانی چڑیلیں کیسی تھیں مگر جن چڑیلوں کی آواز وہ میرے جنگل میں سُن چکا تھا اُن کے بارے میں میں آپ کو ضرور بتاؤں گا ذرا بعد میں۔

چڑیل ہندوستان کی ایک جانی پہچانی ہستی ہے۔ مشہور ہے کہ یہ "چھل پائی" ہوتی ہے اور عورت کے روپ میں آکر اپنے شکار کو قابو کر لیتی ہے۔ جس طرح سانپ ٹکٹکی باندھ کر پرندوں کی طرف تکتا ہے اور وہ اس کی آنکھوں کی مسمریزم سے مسحور ہو کر مفلوج سے ہو جاتے ہیں بالکل اسی طرح سے چھل پائیاں اپنی واردات کرتی ہیں۔ ان سے بچنے کا صرف ایک طریقہ بتایا جاتا ہے۔ وہ یہ کہ ان کی طرف مطلق دیکھا ہی نہ جائے۔

اصل میں جب سے ہم انسانوں نے غاروں اور کھوؤں سے باہر نکل کر کھلی روشنی میں زندگی بسر کرنا شروع کی ہے ہم اندھیروں سے بہت ڈرنے لگے ہیں جوں ہی سورج کی روشنی ہمیں چھوڑتی ہے ہماری بینائی کا نظام اُلٹ جاتا ہے اور یہی وہ وقت ہوتا

رحم و کرم پر ہوتے ہیں۔ یہ قوت متخیلہ بھی اندھیرے میں عجیب و غریب کرشمے دکھاتی ہے خصوصاً جب اس کے پیدا کردہ نظارے بھوت پریت اور چڑیلوں کی کہانیوں کی یاد سے مملو ہوں۔

ڈیلیسے کافی عرصہ سے ہندوستان میں رہ رہا تھا اور پہاڑی لوگوں سے توہماتی قصے سنتا رہا تھا۔ اُن قصوں نے اور اپنے آئرستان توہم پرستی نے مل جل کر اُس پر کافی اثر ڈال رکھا تھا۔ اگرچہ ڈیلیسے اور یہ پہاڑی لوگ دن کی روشنی میں بے حد نڈر اور جفاکش تھے۔ مگر چڑیلوں اور بھوتوں سے اس قدر خائف تھے کہ وہ اس بارے میں کسی تفتیش و تحقیق کا خیال تک بھی کبھی ذہن میں نہیں لا سکتے تھے۔

مَیں سالہا سال تک گاؤں میں رہا تھا اور اَن گنت راتیں گھنے جنگلوں میں بسر کرنے کا موقع پایا تھا۔ اس تمام عرصہ میں مجھے صرف تین بار "چڑیل" کی آواز سننے کا اتفاق ہوا۔ ایک بار مارچ کا مہینہ تھا۔ سرسوں کاٹی جا چکی تھی۔ اس بار فصل بہت اچھی ہوئی تھی اور لوگ بہت خوش تھے۔ قریبی گاؤں سے گانے بجانے اور بچوں کے کھیلنے کودنے کی آوازیں آرہی تھیں۔

رات کے کوئی آٹھ بجے کا عمل ہوگا۔ چاندنی چھٹکی ہوئی تھی۔ مَیں اور میگی رات کے کھانے پر بیٹھنے ہی والے تھے کہ ایک صاف مگر دلدوز چیخ کی سی آواز سنائی دی جسے سنتے ہی گاؤں سے آنے والی تمام آوازیں یکدم خاموش ہوگئیں۔ یہ یقیناً کسی چڑیل کی آواز تھی۔ ہم فوراً دروازہ کھول کر باہر آگئے ہمارے بنگلے کے وسیع سبزہ زار کے پرلے کنارے پہ ایک ٹنڈ منڈ سا درخت تھا۔ جس پر عقابوں، گدھوں، شکروں، چیلوں اور کوّوں کی کئی نسلیں بسیرا کر چکی تھیں۔ اُسی پیڑ سے یہ عجیب آواز پھر آئی۔ میں لپک کر اندر گیا اور اپنی جنگِ عظیم اوّل والی دوربین اٹھا لایا۔ بغور مشاہدہ کرنے کے بعد اس درخت کی چوٹی پر بیٹھی ہوئی چڑیل مجھے نظر آگئی۔

ناظرین! بعض آوازوں کو حروف کی مدد سے لکھا بھی جا سکتا ہے جیسے تیتر کی آواز، "سبحان تیری قدرت" یا بڑھئی پرندے کی "کھٹ کھٹ کھٹ کھٹ" مگر مَیں سمجھتا ہوں کہ اس دنیا کی کسی زبان کے حروف بھی اس آواز کو احاطۂ تحریر میں نہیں لا سکتے۔ اگر کہا جائے کہ یہ کربناک آواز ایسی تھی جیسے کسی بُری رُوح کو عذاب دیا جا رہا ہو تو ہم اور آپ اس مثال سے کچھ بھی نہ سمجھ پائیں گے۔ کیونکہ کوئی بھی کسی عذاب جھیلتی ہوئی رُوح سے دوچار نہیں ہُوا۔

(باقی آئندہ)

○

دفتر سے خط و کتابت کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں!

——— (مینیجر خالد)

مرسلہ: عطاء الرحمٰن محمود۔ گھسیٹ پورہ۔

# سوالنامہ

ستمبر، بابائے قوم حضرت قائد اعظم محمد علی جناح کی وفات کا مہینہ ہے۔ اس ماہ ہم آپ کی خدمت میں قائد اعظم کے متعلق ایک سوالنامہ بھیج رہے ہیں۔ اسے حل کر کے بانئ پاکستان سے متعلق اپنی معلومات کا جائزہ لیں!

۱۔ قائد اعظم ۲۵ دسمبر ۱۸۷۶ء کو پیدا ہوئے کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ اسلامی کیلنڈر کے مطابق آپ کی تاریخ پیدائش کیا ہے؟

۲۔ قائد اعظم کے بچپن کے اس دوست کا نام بتایئے جو آپ کے ساتھ گھوڑ سواری کیا کرتے تھے؟

۳۔ قائد اعظم کس مسلمان رہنما کی سوانح عمری سے بہت متاثر تھے؟

۴۔ قائد اعظم نے اعلان آزادی کے بعد ریڈیو سے "پاکستان زندہ باد" کا نعرہ کس تاریخ کو لگایا؟

۵۔ نومبر ۱۹۴۵ء میں قائد اعظم نے مرکزی مجلس قانون ساز کے انتخابات میں کس شخص کو شکست دی تھی؟ اس کی ضمانت بھی ضبط ہو گئی تھی۔

۶۔ قائد اعظم نے لنکن ان میں داخلہ کیوں لیا؟

۷۔ جملہ مکمل کیجئے:—— "میں مسلمانوں کا ——— نہیں گا" واضح رہے کہ قائد اعظم اکثر یہ جملہ کہا کرتے تھے۔

۸۔ قائد اعظم کے بارے میں سب سے پہلے کس شخصیت نے کتاب تصنیف کی؟

۹۔ اس مسجد کا نام بتایئے جس کے تنازعہ کے سلسلہ میں قائد اعظم ۱۹۳۵ء میں لاہور آئے تھے؟

۱۰۔ "لیگ کا جلسہ اپنے مقررہ وقت پر ہوگا اور ضرور ہوگا" قائد اعظم نے یہ الفاظ مسلم لیگ کے کس جلسہ کے

بارے میں کہے؟

۱۱۔ گورنر جنرل کی حیثیت سے قائد اعظم نے سب سے پہلے کس غیر ملکی شخصیت سے ملاقات کی؟

۱۲۔ قائداعظم اور امریکی صدر جیڑ روولسن میں کیا بات مشترک تھی؟

۱۳۔ اس چینی شاعر کا نام بتایئے جس نے قائداعظم کو منظوم خراج عقیدت پیش کیا ہے؟

۱۴۔ قائداعظم کا پسندیدہ درخت کون سا تھا؟

۱۵۔ ۱۹۴۵ء میں دورہ کوئٹہ کے دوران قائداعظم کو احمد شاہ ابدالی کی تلوار اور قرآن مجید کس نے پیش کیے تھے؟

۱۶۔ اس ملک کا نام بتایئے جس کے ایک صدر قائداعظم کے سیکرٹری رہ چکے ہیں؟

۱۷۔ ۱۹۴۰ء کے مسلم لیگ کے اجلاس میں قائداعظم کی فرمائش پر کس شخصیت نے تقریر کی تھی؟

۱۸۔ قائداعظم کے بارے میں یہ کس نے کہا تھا کہ:۔

"اگر یہ شخص سکھوں میں پیدا ہوتا تو اس کی پوجا کی جاتی" ؟

۱۹۔ مزار قائداعظم کے احاطے میں آپ کے علاوہ تحریک پاکستان کی اور کون کون سی شخصیتیں دفن ہیں؟

۲۰۔ قائداعظم کے مزار کے تعویذ پہ کون سی دو سورتیں کندہ ہیں؟ (جوابات کسی اور صفحہ پر دیکھیں!)

پندرھویں اور سولہویں صدی کے درمیانی
عرصہ کی بات ہے کہ یورپ میں حیرت انگیز تبدیلیاں
رونما ہو رہی تھیں۔ اہل یورپ کے لحاظ سے فرصت
مصروفیت میں تبدیلی ہو رہے تھے۔ اُن کی سوچ
کے زاویوں میں وسعت پیدا ہو رہی تھی
قدیم یونانی کتب کے تراجم چھاپہ خانے کی ایجاد،
مصوری اور شاعری۔ ان سب باتوں میں لوگوں
کی دلچسپی بڑھ رہی تھی۔ بعض لوگ غیر معروف علاقوں
کی چھان بین میں مصروف تھے۔ الغرض یہ زمانہ علم و
حکمت کی "نئی پیدائش" کا دور تھا۔

غیر معروف علاقے دریافت کرنے کی کوشش
کرنے والوں میں ایک شخص "کرسٹوفر کولمبس" بھی تھا۔
اس نے اپنا بچپن اٹلی کی مشہور بندرگاہ جینوا
(GENDA) میں گزارا۔ خیال ہے کہ ننھے کولمبس
نے اپنا بیشتر وقت جہازرانی اور بادبانی سیکھتے ساحلِ
سمندر پر گذارا ہوگا ——— کولمبس کے ایک
ہم وطن سیاح مارکوپولو نے تیرھویں صدی میں اپنے
ابا اور چچا کے ساتھ عجیب و غریب سفر کئے تھے
ایک کے بعد دوسرے علاقے میں قدم رکھتے ہوئے وہ
چین تک پہنچ گئے تھے۔ وہاں ایک عرصہ تک قبلائی
خان کے دربار میں رہنے کے بعد پھر اٹلی واپس لوٹ
آئے تھے۔ واپس آکر انہوں نے دنیائے مشرق میں
دولت کی فراوانی کے قصے سنائے جس کے ثبوت میں
وہ وہاں سے بہت سے ہیرے جواہرات بھی اپنے
ہمراہ لائے تھے۔ کولمبس مارکوپولو کی اس سیاحت کا
سفر نامہ گھنٹوں بیٹھے پڑھتا رہتا۔ وہ خود بھی ادھر
جانے اور وہاں سے دولت لانے کا متمنی تھا۔

مارکوپولو مشرق کی طرف سے قسطنطنیہ کے
راستے چین گیا تھا۔ یہ سفر عیسائیوں کے لئے تقریباً
ناممکن تھا کیونکہ وہ طاقتور ترکوں سے خوف زدہ تھے
جو ۱۴۵۳ء سے قسطنطنیہ پر قابض تھے پرتگال
کے جہاز ران مشرق سے تجارت کے لئے افریقہ کے گرد
کوئی نیا راستہ تلاش کر رہے تھے وہاں کے شہزادہ
ہینری نے بھی اس میں دلچسپی لی اور اس نے افریقہ کے
مغربی ساحل کی چھان بین کے لئے بہت سے جہاز
روانہ کئے۔ وہ جنوب کی طرف بڑھتے ہی گئے لیکن

باوجود اس کے کوئی بھی جہاز نہ تو افریقہ کے جنوبی کنارے تک اور نہ ہی اس کے گرداگرد ہندوستان تک پہنچ پایا۔ یہ تمام لوگ مشرق کی طرف سے ہندوستان کو کوئی راستہ تلاش کر رہے تھے لیکن اچانک کرسٹوفر کولمبس کو مغرب کی طرف سے ادھر جانے کی سوجھی۔ اس نے یونانیوں کی وہ کتابیں پڑھ رکھی تھیں۔ جس میں زمین کے گول ہونے کا تذکرہ تھا۔ اس نے سوچا کہ وہ اگر مغرب کی طرف سے بحر اوقیانوس میں چلتا ہی گیا تو یقیناً ایک دن ہندوستان پہنچ چکا ہوگا۔

بعض لوگوں نے افسردگی سے کولمبس کی باتوں کو سنا اور اسے اس سفر سے باز رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ ان کے خیال میں ہر شخص اس بات کو بخوبی سمجھتا تھا کہ زمین چپٹی ہے اور بحر اوقیانوس میں صرف چند ایک جزائر تھے جنہیں شہزادہ ہنری کے جہازوں نے دریافت کر لیا تھا۔ اس کے علاوہ سمندر میں کچھ بھی نہ تھا سوائے ان خوفناک سمندری جانوروں کے جو جہازوں کو تباہ کرنے میں کچھ وقت نہیں لگاتے۔ وہ کہتے تھے کہ خوش قسمتی سے اگر کوئی جہاز ان کے ظالم پنجوں سے بچ بھی جائے تو یقیناً وہ دنیا کے کنارے پر سے خلا میں گر جائیگا۔

چنانچہ وہ بزرگ کولمبس کو سمجھانے کی کوشش کرتے رہے مگر کرسٹوفر کولمبس نے ان کی ذرہ بھر بھی پرواہ نہیں کی اور وہ اپنی اسکیم کو عملی جامہ پہنانے کی سوچتا رہا۔ سب سے پہلے تو اسے کسی ایسے دولت مند کی تلاش تھی جو اسے سفر کے لئے کافی پیسہ دے سکے اسی دوران اس نے ایک پرتگالی لڑکی سے شادی کر لی جس کا باپ شہزادہ ہینری کے جہازوں کا کپتان رہا تھا۔ چنانچہ کولمبس کے لئے پرتگال کے بادشاہ کے پاس مدد کے لئے جانا قدرتی امر تھا۔ لیکن خلاف توقع بادشاہ نے رقم دینے سے انکار کر دیا۔ چونکہ کولمبس کا منصوبہ خطرات سے بھرا پڑا تھا اس لئے بادشاہ کو رقم کے ضائع چلے جانے کا خطرہ تھا۔

یہ ۱۴۸۰ء کی بات ہے۔ ۱۴۹۲ء تک صرف ایک آدمی مدد کو اس کے ہمراہ جانے کے لئے تیار ہوا لیکن اس وقت وہ بہت غریب تھا۔ اسی طرح سپین کے شاہ فرڈیننڈ (FERDINAND) اور ملکہ ایزابیلا (ISABELLA) اس کی اسکیم پر کشمکش میں مبتلا تھے۔ برطانیہ اور فرانس کے بادشاہوں تک بھی مدد کے لیے پیغامات بھجوانے کی کوشش کی گئی۔

پھر عین اس وقت جب کولمبس سپین سے فرانس کے بادشاہ کو ملنے جا رہا تھا۔ ملکہ ایزابیلا نے اسے بلا بھیجا۔ وہ بڑی ہوشیار خاتون تھی اور کسی

بھی خطرے کو مول لینے کا حوصلہ رکھتی تھی۔ اُس نے تین چھوٹے بحری جہازوں کے لئے کولمبس کو رقم دے دی۔ اب مسئلہ یہ تھا کہ ساتھ کون جائے؟ چنانچہ جیل سے چند ڈاکوؤں کو اس شرط پر رہا کروایا گیا کہ وہ اس کے جہازوں میں جائیں گے۔

یہ اگست ۱۴۹۲ء کا تیسرا دن تھا جنوبی سپین سے تینوں جہاز روانہ ہوئے۔ سب سے پہلے انھوں نے شہزادہ ہنری کے دریافت کروائے ہوئے جزائر کناری (CANARY) سے پانی اور خوراک کا سامان اپنے ساتھ لیا۔ ۶ ستمبر کو انھوں نے ان جزائر کو بھی خیرباد کہا اور بڑی ہی بہادری سے مغرب کو روانہ ہوگئے۔ وہ متواتر سفر کرتے رہے۔ دن کے بعد دن گزرتے رہے مگر ابھی ان کی منزل کا کوئی نشان نہ تھا۔ حدِّ نظر تک سمندر ہی سمندر تھا یا پھر نیلا آسمان۔ کولمبس کے ساتھیوں کو اس سمندری سفر نے سخت تھکا دیا تھا۔ انھیں کولمبس کے "احمقانہ خیال" پر سے تھوڑا بہت یقین بھی اُٹھ گیا ——— سمندری درندے، زمین کے کنارے پر سے گر جانا۔ پانی کا ذخیرہ ختم ہونا یہ وہ خدشے تھے جو کولمبس کے ساتھیوں کو خوف زدہ کر دیتے تھے۔ پھر ان لٹیروں میں سے بہت سے ہسپانوی تھے جو کسی غیر ملکی (اطالوی) کی راہنمائی تسلیم کرنے پر مطمئن نہ تھے۔

آخر وہی ہوا جس کا خطرہ تھا۔ انھوں نے سرکشی اختیار کرلی اور کولمبس کے خلاف بغاوت کر دی۔ انھوں نے اسے حکم دے دیا کہ وہ واپس چلے۔ خشکی کو دیکھے انھیں ایک مہینے سے بھی زائد عرصہ ہو چکا تھا۔ اور وہ اب تک تین ہزار میل کا سفر کر چکے تھے۔ کولمبس نے انھیں چند اور دن چلتے رہنے پر راضی کر لیا۔ اور وہ اس شرط پر کہ اگر ان دنوں میں کوئی علاقہ دکھائی نہ دیا تو وہ انھیں مزید چلنے پر مجبور نہیں کرے گا۔ اور پھر واپس جانے پر اسے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔

تین دن گزرنے پر ۱۲ اکتوبر ۱۴۹۲ء کو نصف شب گزرنے کے بعد ایک ملّاح چلایا کہ اسے روشنی نظر آرہی ہے۔ چند دوسرے بھی یہی کہہ چکے تھے مگر وہ غلطی پر معلوم ہوتے تھے ابھی تک تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ وہ سب جہازوں کے کناروں پر جمع ہو کر محوِ انتظار ہو گئے۔ اسی اثناء میں ایک پرندہ اُن کے قریب سے پھڑپھڑاتے ہوئے گزرا۔ خشکی یقیناً قریب ہی تھی۔ جیسے ہی صبح کی سفیدی نے رات کی تاریکی کا پردہ چاک کیا۔ کچھ ہی فاصلے پر ایک علاقہ ان کے سامنے تھا۔ اسے دیکھتے ہی تالیاں بجا بجا کر سب اپنی مسرّت کا اظہار کرنے لگے۔ جب وہ اس علاقے کے قریب پہنچ گئے تو کولمبس جہاز میں سے تیزی سے خشکی پر اچھلا۔ سب سے پہلے اس نے خود کو زمین پر گرا دیا ——— اور خدا کے حضور سجدۂ شکر بجا لایا۔

جس جگہ وہ پہنچے تھے اصل میں شمالی امریکہ

کے قریب بھاما (سی) (BHAMAS) کا ایک جزیرہ تھا جسے اب ہم واٹلنگ (WAT-LING) جزیرہ کہتے ہیں۔

کولمبس نے اسے "مشرق" سمجھتے ہوئے یہی خیال کیا کہ وہ ہندوستان ہی پہنچا ہے۔ جب جزیرے پر آباد لوگ اُسے ملنے کے لئے آئے تو کولمبس نے انھیں ہندوستانی (INDIAN) ہی کہہ کر پکارا۔ اُس نے اپنی مہم یہیں ختم نہیں کر دی بلکہ اور بھی جزائر دریافت کئے اور انھیں ویسٹ انڈیز یا جزائر غرب الہند کا نام دیا۔

کچھ آدمیوں کو ان کی خواہش کے پیش نظر ایک جزیرے ہسپانی اولا (HISPANIOLA) میں رہنے کی اجازت دے دی گئی جسے اب ہم ہیٹی (HAITI) کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ کولمبس نے اب واپس سپین کی طرف سفر کیا انھوں نے اُس علاقہ میں کافی دلچسپی لی اور اسے دوبارہ وہاں جانے کو کہا۔ یوں کولمبس مجموعی طور پر چار دفعہ جزائر غرب الہند گیا۔ اس نے جنوبی امریکہ کا شمالی ساحل اور غرب الہند کے اور بہت سے جزیرے بھی دریافت کئے۔ تاہم اُس کے بعد کے سفر کچھ ایسے خوشگوار نہ تھے۔ ہسپانوی باشندوں نے جزائر میں آباد لوگوں کو تنگ کیا اور اُن سے لڑائی جھگڑے کی صورت بھی پیدا کی۔ بعض کہتے ہیں کہ خود کولمبس نے بھی ان سے کوئی اچھا سلوک نہ کیا۔ پھر کچھ عرصے کے لئے اُسے جیل بھیج دیا گیا۔ اسی دوران اس کی مددگار ملکہ ازابیلا بھی مرگئی۔ چنانچہ اس طرح کولمبس کو کبھی بھی وہ علاقے اور رقم نہ مل سکی جن کے متعلق اس نے شروع میں سوچا تھا۔

اس نے ۱۵۰۶ء میں سپین ہی میں ایک غریب اور تقریباً غیر معروف آدمی کی حیثیت سے وفات پائی۔ آخر وقت تک وہ یہی خیال کرتا تھا۔ کہ اس نے ہندوستان ہی کا نیا راستہ دریافت کیا ہے۔ ••

(ساتویں قسط)





——— جناب حسن محمد خان عارف ربوہ

# کینیڈا کی سیر

ٹی وی کا بیان ہو چکا اب کینیڈا کی شاہراہوں اور سڑکوں اور ٹریفک کا ذکر کیا جاتا ہے۔

ہم جب گھر سے موٹر میں نکلتے تو بڑی سڑک پر چڑھنے کے لئے دو راستے تھے۔ ایک دائیں طرف سے اور دوسرا بائیں طرف سے۔ یہاں پر ڈرائیور کیلئے ضروری ہے کہ جب بھی وہ کسی موڑ پر آئے یا ایک سڑک سے دوسری سڑک پر جائے تو لازماً کار کھڑی کر کے دائیں بائیں دیکھے۔ سڑک خالی ہے تو مڑے ورنہ اس وقت تک کھڑا رہے۔ جب تک جانے کے لئے راستہ صاف نہ ہو جائے کینیڈا میں بھی اور امریکہ میں بھی ٹریفک دائیں ہاتھ چلتا ہے اس لئے موٹروں کے سٹیرنگ بائیں طرف ہوتے ہیں۔

ٹریفک کنٹرول ٹریفک لائٹ سے ہوتا ہے جو کمپیوٹر سے کنٹرول کی جاتی ہیں اور معین وقفے کے بعد جلتی بجھتی ہیں۔ ٹریفک پولیس کا انتظام بہت اچھا ہے۔ بڑا حادثہ تو کہیں ہوتے سنا ہی نہیں۔ معمولی حادثے ہوتے ہیں۔ آمنے سامنے سے بسوں یا کاروں کا ٹکرانا قریباً ناممکن بنا دیا گیا ہے۔ ہر سڑک پر موٹروں کے چلنے کے لئے lanes بنی ہوئی ہیں یعنی سڑک پر سفید رنگ کے اتنے فاصلہ پر فٹ لائن مسلسل چلتے چلے جاتے ہیں جن کے درمیان ایک کار بآسانی چل سکے۔ جتنی چوڑی سڑک ہو گی اتنی ہی زیادہ lanes ہوں گی۔ سڑک کے نصف پر کاریں آ رہی ہیں اور باقی نصف پر دوسری طرف جا رہی ہیں۔ بڑی بڑی شاہراہوں کو ہائی وے کہا جاتا ہے اور ان کے عام طور پر نمبر ہوتے ہیں۔ مثلاً ہائی وے ۴۰۱ اتنی کشادہ تھی کہ بیک وقت سولہ کاریں ساتھ ساتھ چل سکتی تھیں یعنی آٹھ کاریں ایک طرف جا رہی ہیں اور آٹھ ہی دوسری طرف سے آ رہی ہیں ایک ہی lane میں چلتی ہوئی دو کاریں اس لین میں ایک دوسرے سے آگے نہیں سکتیں۔ اگر ایک کار دوسری سے آگے نکلنا چاہے تو پہلے دائیں طرف دوسری لین میں آئے پھر سپیڈ تیز کر کے آگے نکلے اور آگے نکل کر بے شک اپنی پہلی لین میں

آجاتے ہیں۔ ہائی وے ۲-۴۰۱ کی طرح اور بھی کئی شاہراہیں
ہیں جو اتنی چوڑی تھیں کہ ایک ساتھ سولہ کاریں
چل سکتی ہیں۔ ٹورنٹو کی سڑکوں پر میں نے بڑے
بہت عجیب سیمنٹ کے پل دیکھے جو ایک سڑک
کو کاٹتے تھے بعض سڑکوں پر ایک ایک مقام پر
آٹھ آٹھ پل بھی گئے ہیں۔ یعنی اس مقام پر اس سڑک
کو آٹھ سڑکیں کاٹ رہی ہیں۔ بڑا عجیب نظارہ
ہوتا ہے عام طور پر ایک عام و درمیانہ درجہ کی
بڑی سڑک سے ۹۰ درجے کے زاویے پر آپ نے
بائیں ہاتھ مڑنا ہے تو کافی لمبا چکر کاٹ کر ایک
بہت بڑے موڑ کے ذریعے اس سڑک پر مڑنا پڑتا
ہے اس موڑ والے حصے کو RAMPH کہتے ہیں
سڑکوں پر پیدل چلتا ہوا شاذ ہی کوئی نظر
آتا ہے بڑی سڑک یعنی شاہراہ پر تو کوئی متنفس پیدل
چلتا ہی نہیں اور نہ چل سکتا ہے۔ ہر سڑک کے کنارے
یا عین درمیان میں کچھ حصہ خالی چھوڑا ہوتا ہے
جو شولڈر کہلاتا ہے۔ اس پر موٹر چلانے کی
اجازت نہیں ہے اگر شومئی قسمت سے کوئی موٹر
خراب ہو جائے تو فوراً سڑک سے ہٹا کر شولڈر پر
کھڑی کی جا سکتی ہے۔

سڑکوں پر نشانات (Road Signs)
کی بھرمار ہوتی ہے ہر ۵۰ گز کے فاصلہ پر ایک نہ ایک
نشان مل جاتا ہے۔ بڑی شاہراہوں پر تھوڑے
تھوڑے فاصلہ پر نصف سڑک کی چوڑائی کے برابر
وسعت کے پائیدار کی محرابیں بنی ہوئی ہیں۔ موٹریں
اور دوسری ٹریفک اس کے نیچے سے گزر رہا ہے اس
محراب پر اس شاہراہ کا نام لکھا ہے۔ اس کے علاوہ
اس کے نیچے یہ لکھا ہے کہ سو یا دو سو گز پر
دائیں ہاتھ فلاں سڑک آرہی ہے اس سے اس سڑک
پر مڑنے والی کاریں وہاں تک پہنچتے پہنچتے آخری دائیں
لین میں پہنچ جاتی ہیں تاکہ اسی جانب مڑ سکیں۔ اگر
وہ کسی وجہ سے آخری دائیں لین پر نہ پہنچ سکیں تو
پھر انہیں مڑنے کی اجازت نہیں اور نہ ہی سڑک پر
رکنے کی اجازت ہے اب صورت یہی ہے کہ چلتے چلے
جاؤ اور اگلی کسی سڑک سے مڑو اور دور کا چکر لگا کر
پھر واپس آؤ اور اپنی مطلوبہ سڑک پر پہنچو۔ تھوڑے
فاصلہ پر آگے آنے والی سڑک کا نام اور فاصلہ دیا ہوتا
ہے حدِ رفتار۔ پل کا نشان، دائیں طرف موڑ کا
نشان ہسپتال۔ سکول۔ ریلوے کراسنگ غرضیکہ بے
شمار نشان ملتے ہیں جس سے ٹریفک میں زیادہ
سے زیادہ سہولتیں پیدا کی جاتی ہیں۔ بڑی شاہراہوں
پر پیدل چلنے والوں کی نہ گنجائش ہوتی اور نہ ہی اس
پر ایک کنارے سے دوسرے کنارے پر جانے کی اجازت
ہے چھوٹی سڑکوں پر پیدل چلنے والا سڑک کے
ایک کنارے سے دوسرے کنارے پر جا سکتا ہے اور
اس کے لئے جا بجا سڑک کے آر پار قریباً ۱۵ انچ
اونچا بورڈ "کراس واک" لکھا ہوتا ہے اور سڑک
کے اوپر سفید سے اس قسم کے نشان لگے ہوتے
ہیں <<<<<<<<<<<<<<<<<<<<<<
اس مقام پر پہنچ کر پیدل چلنے والا بے دھڑک سڑک پار

کر سکتا ہے۔ یہ موٹر والوں کی ذمہ داری ہے کہ سڑک
پر چلنے والوں کو حادثہ سے بچائیں۔ یہ نظارہ بڑا
عجیب ہوتا ہے کہ کراس واک پر ایک بوڑھی میم
صاحبہ سڑک پار کر رہی ہیں اور دونوں طرف کی آنے
جانے والی موٹریں اس مقام پر رکی ہوتی ہیں
جب وہ سڑک پار کر چکتی ہیں اس وقت دونوں طرف
کی موٹریں چلتی ہیں۔

یہاں کوئی ٹرک کسی طرف سے کھلا نہیں ہوتا
سوائے اس کے کہ جن پر کاریں لاد کر لے جاتے ہیں۔ یہ
ٹرک کھلے ہوتے ہیں۔ ایسے ٹرکوں پر آٹھ آٹھ کاریں
بھی لدی دیکھی ہیں۔ بعض ٹرک بڑے طاقتور اور
تیز رفتار ہوتے ہیں۔ بارہا ایسا ہوا کہ ہم اپنی موٹر
میں پچپن میل کی رفتار سے جا رہے ہیں اور ساتھ ہی
دوسری لین میں ایک بھاری ٹرک جس کے بارہ
چودہ پہیے ہوتے ساٹھ میل کی رفتار پر ہم سے
آگے گزر جاتا۔

ٹورنٹو میں حدِ رفتار ۴۰ میل تھی اس سے
زیادہ رفتار پر چالان ہو جاتا ہے۔ چالان کرنے کا
طریق بھی عجیب تھا۔ اگر آپ سے کوئی حادثہ واقع
ہو یا کسی ضابطے کی خلاف ورزی ہو تو عام طور پر
پولیس چند منٹ کے اندر اندر پہنچ جاتی ہے اور
اسی جرم کی نوعیت کے مطابق وہیں جرمانہ کر دیتی
ہے۔ پولیس والا ایک ٹکٹ دیتا ہے جس پر اس
جرمانہ کی رقم درج ہوتی ہے۔ یہ جرمانہ اسی وقت بھی
پولیس کو ادا کر سکتے ہیں یا گھر جا کر بذریعہ چیک بھی
بھجوا سکتے ہیں۔ حسبِ ضرورت اس جرمانہ کو عدالت
میں چیلنج بھی کر سکتے ہیں۔ عدمِ جرم کی صورت
میں جرمانہ معاف ہو جائے گا۔

بازار میں پارکنگ والے میدان میں کار
کھڑی کی جا سکتی ہے جس کا معقول کرایہ ادا کرنا پڑتا
ہے بعض اوقات ایک ڈالر فی گھنٹہ تک بھی ہوتا ہے
یا پھر بازار میں جگہ جگہ قریباً تین ساڑھے تین فٹ
اونچے پائپ لگے ہوتے ہیں اور ان کے اوپر ایک
میٹر لگا ہے اس کے سامنے کار کھڑی کی جا سکتی ہے
کار کھڑی کر کے اس میٹر میں ۲۵ سینٹ کا سکہ
ڈالیں۔ میٹر چل پڑے گا۔ یہ ۲۵ سنٹ نصف
گھنٹے کے لئے کافی ہیں۔ نصف گھنٹے کے بعد میٹر
خود بخود کھڑا ہو جائے گا۔ اگر آپ کو کار مزید
کھڑی کرنا ہے تو ۵ سینٹ اور ڈالئے لیکن اگر آپ
رقم نہ ڈالیں اور پولیس چیک کرے تو وہ ایک ٹکٹ
جاری کر دیں گے اور اگر کار خالی ہے تو ٹکٹ کار
کے شیشے پر لگا دیا جائے گا اور اس پر مندرج رقم
ادا کرنا ہوگی

ایئرپورٹ پر کاریں کھڑی کرنے کے لئے کئی
کئی منزلوں کے گیراج بنے ہوئے ہیں۔ داخل ہوتے وقت
گیٹ پر ایک ٹکٹ مل جائے گا جس پر وہ وقت
لکھا ہوگا اور واپسی پر وقت کے مطابق پارکنگ
کا کرایہ وصول کیا جائے گا۔ اسی طرح بیسیوں منزلہ
بلڈنگیں جو یہیں بازار میں بنی ہوئی ہیں ان میں بڑی
بڑی کمپنیوں کے دفتر ہیں ان میں کام کرنے والوں

یہاں بلڈنگ میں آنے والوں کے لئے کاریں پارک کرنے کے لئے بھی کئی کئی منزلیں گیراج کے طور پر بنائی گئی ہیں۔ یہاں بھی کار کھڑی کرنے کا کرایہ چارج کیا جاتا ہے۔ میرے اپنے اندازہ کے مطابق سینکڑوں ڈالر روزانہ صرف پارکنگ کا یہ لوگ کماتے ہیں۔

آپ کو حادثہ یا کسی قاعدہ کی خلاف ورزی پر ایک نقصان تو یہ ہوتا ہے کہ دس بیس ڈالر جرمانہ ادا کرنا پڑتا ہے دوسرا اس سے بھی بڑا نقصان یہ کہ — پہلے حادثہ پر آپ کا انشورنس ریٹ دس فیصد بڑھ جائے گا دوسرے حادثہ پر یہ ریٹ ۲۵ فیصد بڑھا دیا جائے گا اور تیسرے حادثہ پر ۵۰ فیصد۔ لیکن اگر اس کے بعد بھی حادثہ کر دیں تو آپ کا ڈرائیونگ لائسنس منسوخ کر دیا جائے گا۔ آپ نئے سرے سے ڈرائیونگ سیکھ کر امتحان پاس کر کے پھر سے لائسنس حاصل کریں تو کار چلانے کی اجازت ہوگی ورنہ نہیں۔

کاروں کے حادثات عام طور پر پیچھے سے ٹکرانے سے ہوتے ہیں آمنے سامنے سے ٹکر شاذ ہی ہوتی ہے عام طور پر یوں ہوتا ہے کہ آگے جاتی ہوئی کار یکایک کسی وجہ سے رک گئی اور پیچھے سے آنے والی کار رفتار کم نہ کر سکی اور پیچھے سے ٹکرا گئی پولیس کو ہمیشہ کسی نہ کسی ذریعہ سے پتہ چل جاتا ہے اور وہ فوراً وہاں پہنچ جاتی ہے۔ میرے سامنے بھی اس قسم کا ایک واقعہ ہوا۔ شام کے وقت میں اپنے ایک بچے کے ساتھ اس کے دفتر سے گھر آ رہا تھا۔ کہ دیکھا کہ ایک جگہ سڑک پر کاروں کی لائن لگی ہوئی ہے۔ معلوم ہوا کہ ایک محترمہ نے اپنی اگلی کار کو ٹکر ماری تھی اب وہ محترمہ کار سے نیچے اتر کر کھڑی تھیں اور کانپ رہی تھیں۔ ابھی چند منٹ نہ گزرے ہوں گے کہ پولیس کی موٹر آ گئی اور معاملہ ہاتھ میں لے لیا۔

سڑک پر کوئی چیز پھینک کر اسے خراب کرنا سخت جرم ہے۔ اس کا مجھے اس وقت پتہ چلا کہ جب اپنے چھوٹے بھائی مسعود سے ملنے Deep River جا رہا تھا یہ ٹورنٹو سے شمال میں قریباً ۲ سو میل فاصلہ پر دریا کے کنارے ایک چھوٹا سا گاؤں ہے جہاں مسعود بطور Nuclear Engineer ہے۔ اس گاؤں میں Nuclear Institute ہے جہاں ایٹم سے چلنے والے بجلی گھروں میں انجینئر ٹریننگ حاصل کرتے ہیں۔ اسی جگہ ایٹم سے چلنے والا ایک بجلی گھر ہے ساتھ ہی ایک چھوٹے سے عجائب گھر میں ایٹم سے بجلی پیدا کرنے کا پورا عمل دکھایا جاتا ہے۔ پہلے تو ہمیں ایک فلم دکھائی گئی کہ ایٹم سے بجلی کس طرح پیدا ہوتی ہے۔ ایک چھوٹے سے ہال میں ایک نمائشی بجلی گھر بنا ہوا ہے جہاں وہ سارا سامان رکھا تھا جس سے بجلی بنتی تھی۔ دراصل ایٹم صرف ایندھن کا کام کرتا ہے ایک خاص دھات کی ٹیوبوں میں یورینیم کے ٹکڑے رکھ دیئے جاتے ہیں اور انہیں بند کر کے سربمہر کر دیا جاتا ہے اور پھر ان ٹیوبوں کو بڑی ٹیوبوں میں بند کر دیا جاتا

سیسہ ہے اور ان ٹیوبوں میں بھاری پانی ڈالا جاتا ہے۔
جس سے یورینیم میں رد عمل ہوتا ہے اور وہ خوب گرم
ہو کر ان ٹیوبوں کو بے تحاشا گرم کر دیتا ہے۔ اس گرمی
کو کم کرنے کے لئے ان ٹیوبوں کے گرد مزید بھاری
پانی ڈالا جاتا ہے ..........

.......... یہ گرم پانی دوسری
ٹیوبوں میں رواں ہوتا ہے جو باہر سادہ پانی میں سے
گزرتی ہیں جس سے یہ سادہ پانی ابلنے لگتا ہے —
اس سے بھاپ بنتی ہے اور اس بھاپ کے ذریعہ
مشینیں چلائی جاتی ہیں جو بجلی پیدا کرتی ہیں۔ اس
سرسری بیان سے بظاہر یہ عمل سادہ معلوم ہوتا ہے
لیکن درحقیقت بہت پیچیدہ اور فنی مہارت کا کام
ہے۔ اس عجائب گھر میں وہ پتھر دیکھا جس سے یورینیم
نکالا جاتا ہے۔ دیکھنے میں عام معمولی سا کالا پتھر تھا
اس کے پاس ایک چھوٹا سا بھونپو لے جاتے تھے تو
اس کے ساتھ منسلک ایک گھڑی کی سوئی حرکت میں
آ جاتی تھی۔

یورینیم دنیا کی بھاری ترین دھات ہے اس
کا تجربہ مجھے یوں ہوا کہ ہم اڈنبرا سائنس سنٹر
دیکھنے گئے تو وہاں دھات کی تین ایک جیسی پنسیریاں
رکھی تھیں ایک کے نیچے لکھا تھا "ایلومینیم" دوسری کے
نیچے "سیسہ" اور تیسری کے نیچے یورینیم۔ ایلومینیم
کی پنسیری اٹھا کر دیکھی تو وہ بالکل ہلکی پھلکی سی تھی۔
سیسے والی پنسیری جو اٹھائی تو مجھ جیسے ناتواں کو
خاصا زور لگانا پڑا اور یورینیم والی پنسیری اٹھانے لگا
تو صحیح معنوں میں دونوں پنسیریوں سے بہت زیادہ
وزنی تھی۔

Deep River والے عجائب گھر
میں مچھلیوں کے انڈے رکھے تھے جن پر ایٹم کی شعاعیں
اثر کر چکی تھیں۔ ان میں سے ٹیڑھے میڑھے بچے پیدا
ہوتے تھے۔ اسی طرح پودوں پر برے اثرات دکھائے گئے
تھے۔ سائنس کی دنیا تھی۔ عالم فاضل سائنس دان اس
سے فائدہ اٹھا سکتے تھے ہم تو اس عجائب گھر میں گھگھو
معلوم ہوتے تھے۔ ہاں تو یہ بات یہ ہو رہی تھی کہ سڑک
پر کوئی چیز پھینکنا سخت قابل گرفت جرم ہے ہم جب
Deep River جا رہے تھے تو راستے میں ایک پٹرول
پمپ سے پٹرول لیا اور اس پمپ سے کوکا کولا کے
دو ٹین کے ڈبے اور کھانے کے لئے کچھ خریدا۔ جنگل میں
پٹرول پمپوں والے کھانے پینے کی چھوٹی موٹی چیزیں
رکھ لیتے ہیں ان کی بیگمات چھوٹا موٹا ریسٹورنٹ چلا
لیتی ہیں۔ ہم چل پڑے اور کوکا کولا کے ٹین کھول کر پینے
شروع کر دیئے۔ تھوڑی دیر میں یہ ٹین ختم ہو گئے
تو میں نے چاہا کہ موٹر کی کھڑکی کھول کر ڈبہ پھینک دوں
لیکن فرید نے فوراً روک دیا کہ ابو جان کہیں ایسا نہ
کر بیٹھیں۔ میں کچھ حیران سا ہوا کہ ہم سڑک پہ بے
آباد علاقہ میں سے گزر رہے ہیں ایک معمولی سا ڈبہ
پھینک دیا تو کیا قیامت آ جائے گی؟

فرید بولا کہ اگر کسی نے دیکھ لیا تو ہم پکڑے
جائیں گے اور گیارہ میل تک ہم دونوں کو سڑک کے
کنارے سے اس قسم کا کوڑا کرکٹ صاف کرنا ہوگا

میں نے مسکرا کر پوچھا کہ اس ویران سڑک پر ہمیں دیکھنے بھلا کون لگا ہے؟ تو جھٹ بولا۔ کہ راستے میں جگہ جگہ آپ نے بورڈ پڑھے ہیں جن پر لکھا تھا کہ:

"You are being watched by helicopter."

یعنی ہیلی کاپٹر آپ کی نگرانی کر رہے ہیں

زمین پر سے اگر کسی نے نہ دیکھا اور کسی ہیلی کاپٹر نے دیکھ لیا تب بھی اگلے پولیس سٹیشن پر ہمیں دھر لیا جائے گا۔ اور پھر کوئی مفر نہ ہو گا

چنانچہ ہم ٹین پھینکنے سے باز آئے اور اس قسم کی چیزیں Deep [illegible] میں کوڑے کے ڈبوں کے حوالے کیں۔ (باقی آئندہ)

O

**اداریہ: بقیہ صفحہ ۱۲**

الغرض ہمارا یہ اجتماع بے شمار برکات کا حامل ہے۔ تمام مجالس کو چاہیئے کہ زیادہ سے زیادہ خدام اس مبارک اجتماع میں شامل کریں۔ کم از کم ہر مجلس کی نمائندگی نہایت ضروری ہے

امید ہے کہ خدام حسب سابق پورے ذوق و شوق کے ساتھ اس اجتماع میں شرکت فرمائیں۔ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے اور ہمارے اجتماع کو کامیاب اور بابرکت بنائے۔ (آمین)

O

## "سوالنامہ" کے جوابات

(۱) ۸ ذوالحجہ ۱۲۹۳ھ

(۲) کریم قاسم

(۳) کمال اتاترک

(۴) ۳ رجون ۱۹۴۷ء

(۵) حسین بھائی لال جی

(۶) اس کے دروازے پر دنیا کے ۱۲ عظیم قانون دانوں کے نام درج ہیں۔ ان میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بھی درج ہے

(۷) میں مسلمانوں کا گوکھلے ہوں گا۔

(۸) مسز سروجنی نائیڈو

(۹) مسجد شہید گنج

(۱۰) مارچ ۱۹۴۰ء کے لاہور اجلاس کے متعلق

(۱۱) لارڈ اسٹوول

(۱۲) دونوں کے چودہ نکات مشہور ہیں۔

(۱۳) لوہ نیگ

(۱۴) صنوبر کا درخت

(۱۵) قاضی عیسیٰ

(۱۶) آزاد کشمیر

(۱۷) نواب بہادر یار جنگ

(۱۸) کرتار سنگھ

(۱۹) لیاقت علی خان، نور الامین، سردار عبدالرب نشتر اور محترمہ فاطمہ جناح

(۲۰) سورۃ نصر اور سورۃ فتح

جناب ملک سعید احمد رشید - جامعہ احمدیہ ربوہ

# نماز کی برکات

نماز ہر عاقل و بالغ مسلمان پر فرض ہے جو کسی صورت میں معاف نہیں ہو سکتی سوائے اس کے کہ انسان پر بے ہوشی کی حالت طاری ہو۔ اس لئے عالم الغیب خدا نے شریعت میں انسان کے لئے تمام ممکنہ سہولتیں رکھیں لیکن نماز کو معاف نہیں کیا۔ مثلاً بتایا کہ اگر نماز کھڑے ہو کر نہیں پڑھ سکتے تو بیٹھ کر پڑھ لو۔ اگر بیٹھ کر بھی ادا نہیں کر سکتے تو لیٹ کر ادا کر لو اور اگر لیٹ کر بھی نہیں پڑھ سکتے تو اشارں سے نماز ادا کر لو۔ الغرض اسے ترک کرنے کی قطعاً کوئی صورت نہیں۔ بلکہ شارع علیہ السلام نے فرمایا کہ عمداً نماز چھوڑنا کفر ہے اور فرمایا کہ ایمان اور کفر کے درمیان فرق کرنے والی اور مایہ الامتیاز شے نماز ہے۔

بہر حال جتنا زور نماز پر دیا گیا ہے۔ اتنا زور کسی اور عبادت پر نہیں دیا گیا۔ لیکن اس کے باوجود نمازوں میں تساہل دیکھنے میں آتا ہے۔ ارشاد رسولؐ ہے قیامت کے روز سب سے پہلا سوال ہی نماز کے متعلق ہو گا اگر بندہ اس میں کامیاب ہو گیا تو نجات ہو گی ورنہ ناکامی و نامرادی ؎

روز محشر کہ جاں گداز بود
اولیں پرسشِ نماز بود

سوال پیدا ہوتا ہے کہ نماز کی اس قدر اہمیت اور ضرورت کیوں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ تخلیق انسانی کا مقصدِ عظیم عبادت ہے اور نماز وہ اہم ترین عبادت ہے جس سے خدا ملتا ہے اور جس کے ادا کرنے سے انسان اپنی پیدائش کا مقصودِ حقیقی حاصل کر لیتا ہے اس کے علاوہ نماز انسان کو بے شمار برکات و فیوض کا وارث بناتی ہے چند برکات قرآن و حدیث کی روشنی میں بیان کی جاتی ہیں:-

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

"اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ"

(العنکبوت)

کہ نماز بے حیائیوں۔ بُرے کاموں اور ناپسندیدہ حرکتوں سے روکتی ہے

بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ ہم تو نماز پڑھتے ہیں لیکن اس کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔ اصل بات یہ ہے کہ انھوں نے نماز کی حقیقت کو سمجھا ہی نہیں۔ صلوٰۃ تو نام ہے اپنے آپ کو کباب کر دینے کا، بھوننے کا، جلانے کا۔ نماز نام ہے سوز و گداز کی اس کیفیت کا کہ جس طرح ہنڈیا اُبلتی ہے اس طرح اس کی روح تڑپے اور آستانۂ الوہیت پر گر جائے اور اپنے آپ کو لاشے محض سمجھے۔ اس حقیقت کو حضرت المصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس طرح بیان کیا ہے

"ہو روح مری سجدہ میں سامنے خدا ہو"

جب دل میں صرف اور صرف خدا ہو اور کسی کا خیال تک نہ آئے اور روح کو بھی سامنے ایک ہی وجود نظر آرہا ہو اور وہ اس کی عظمت و شان کو دیکھ کر تڑپنے لگے اور جلنے لگے۔ یہ وہ حقیقی نماز ہے جو تمام برائیوں کو ترک کروا دیگی اور خدائے واحد و یگانہ کی محبت و عظمت دل میں میخ کی طرح گاڑ دے گی اس کی روح ہر وقت بے چین رہے گی کہ کب نماز کا وقت ہو اور وہ آستانۂ الوہیت پر سجدہ ریز ہو کر اطمینان اور سکون حاصل کرے تب ایسے شخص کا دل خانہ خدا سے لگ جائے گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سات آدمیوں کو خدا تعالیٰ قیامت کے دن اپنے سایۂ رحمت میں جگہ دے گا۔ جبکہ اس کے سایہ کے سوا کوئی اور سایہ نہ ہوگا۔ ان میں سے ایک وہ خوش نصیب شخص بھی ہے۔

"ورجلٌ قلبہٗ معلّق بالمساجد"

کہ جس کا دل مسجد سے وابستہ اور متعلق ہے

کتنی بڑی ہے نماز کی یہ برکت!

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا آپ فرماتے تھے:۔

"أَرَأَيْتُمْ لَوْ أَنَّ نَهْرًا بِبَابِ أَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ مِنْهُ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ هَلْ يَبْقَى مِنْ دَرَنِهِ شَيْءٌ؟ قَالُوْا لَا يَبْقَى مِنْ دَرَنِهٖ، قَالَ: فَذٰلِكَ مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ يَمْحُو اللّٰهُ بِهِنَّ الْخَطَايَا۔" (بخاری)

کہ اگر تم میں سے کسی کے گھر کے سامنے پانی کی نہر جاری ہو اور وہ روزانہ پانچ مرتبہ اس میں نہائے تو کیا اس کے جسم پر کوئی میل باقی رہ جائے گی؟ صحابہؓ نے عرض کی۔ نہیں۔ حضورؐ کوئی میل باقی نہیں رہے گی۔ آپؐ نے فرمایا یہی مثال پانچ نمازوں کی ہے خدا تعالیٰ اس کے ذریعہ خطاؤں کو محو کرتا اور مٹا دیتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"نماز ایسی شے ہے کہ سیئات کو دور کر دیتی ہے جیسے فرمایا اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّئَاتِ۔ نماز کل بدیوں کو دور کر دیتی ہے۔ حسنات سے مراد نماز ہے۔" (ملفوظات جلد سوم ص۴۵)

حضرت حذیفہؓ سے فتنوں کی بابت حضرت عمرؓ نے سوال کیا تو انھوں نے بیان کیا کہ انسان کو اس کے اہل، مال اور ہمسایہ کی طرف سے فتنہ ہوتا ہے اور نماز روزہ اور صدقہ سے اس کا کفارہ ہوتا ہے
(بخاری کتاب الصوم)

حضرت ابوذر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"إِذَا تَوَضَّأَ الْعَبْدُ الْمُسْلِمُ أَوِ الْمُؤْمِنُ فَغَسَلَ وَجْهَهُ خَرَجَ مِنْ وَجْهِهِ كُلُّ خَطِيْئَةٍ نَظَرَ إِلَيْهَا بِعَيْنَيْهِ مَعَ الْمَاءِ. أَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ؛ فَإِذَا غَسَلَ يَدَيْهِ خَرَجَ مِنْ يَدَيْهِ كُلُّ خَطِيْئَةٍ كَانَ بَطَشَتْهَا يَدَاهُ مَعَ الْمَاءِ أَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ حَتَّى يَخْرُجَ نَقِيًّا مِنَ الذُّنُوْبِ

فَإِذَا غَسَلَ رِجْلَيْهِ خَرَجَتْ كُلُّ خَطِيْئَةٍ مَشَتْهَا رِجْلَاهُ مَعَ الْمَاءِ أَوْ مَعَ آخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ - حَتَّى يَخْرُجَ نَقِيًّا مِنَ الذُّنُوْبِ"
(مسلم)

کہ جب مسلمان اور مومن بندہ وضو کرتا ہے۔ اور اپنا منہ دھوتا ہے تو پانی کے آخری قطرہ کے ساتھ اس کی تمام بدیاں دھل جاتی ہیں جو اس کی آنکھوں سے سرزد ہوئی ہوں۔ پھر جب وہ اپنے دونوں ہاتھ دھوتا ہے تو پانی کے آخری قطرہ کے ساتھ اس کی وہ تمام غلطیاں دھل جاتی ہیں جو اس کے دونوں ہاتھوں نے کی ہوں یہاں تک کہ وہ گناہوں سے پاک و صاف ہو کر نکلتا ہے اور جب وہ اپنے دونوں پاؤں دھوتا ہے تو اس کی وہ تمام خطائیں پانی کے آخری قطرہ کے ساتھ دھل جاتی ہیں جن کا ارتکاب اس کے پاؤں نے کیا ہو یہاں تک کہ وہ تمام گناہوں سے پاک ہو کر نکلتا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"اَلَا اَدُلُّکُمْ عَلٰی مَا یَمْحُوا اللّٰہُ بِہِ الْخَطَایَا وَیَرْفَعُ بِہِ الدَّرَجَاتِ؟ قَالُوْا، بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔ قَالَ اِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ عَلَی الْمَکَارِہِ، وَکَثْرَۃُ الْخُطَا اِلَی الْمَسَاجِدِ، وَانْتِظَارُ الصَّلٰوۃِ بَعْدَ الصَّلٰوۃِ، فَذٰلِکُمُ الرِّبَاطُ فَذٰلِکُمُ الرِّبَاطُ۔

(مسلم کتاب الطہارۃ)

کہ کیا میں تمہیں وہ بات نہ بتاؤں جس سے اللہ تعالیٰ گناہ مٹا دیتا ہے اور درجات بلند کرتا ہے؟ صحابہؓ نے عرض کی حضورؐ ضرور بتائیں آپؐ نے فرمایا۔ دل نہ چاہنے کے باوجود خوب اچھی طرح وضو کرنا۔ اور مسجد میں دور سے چل کر آنا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا یہی سرحدوں کی حفاظت کرنا ہے

گویا نماز کا التزام اور حفاظت ایک اہم امر ہے۔

دوسری حدیث بھی حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے فرمایا:۔

"اِنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: مَنْ تَطَھَّرَ فِیْ بَیْتِہٖ ثُمَّ مَضٰی اِلٰی بَیْتٍ مِنْ بُیُوْتِ اللّٰہِ لِیَقْضِیَ فَرِیْضَۃً مِنْ فَرَائِضِ اللّٰہِ کَانَتْ خَطْوَتَاہُ اِحْدَاھُمَا تَحُطُّ خَطِیْئَۃً وَالْاُخْرٰی تَرْفَعُ دَرَجَۃً

(مسلم باب المشی الی الصلوٰۃ)

کہ جو شخص گھر سے وضو کر کے خدا کے گھر کی طرف چلا تاکہ وہاں پر فرض نماز ادا کرے تو مسجد کی طرف جاتے ہوئے جتنے قدم اس نے اٹھائے ان میں سے ہر ایک قدم کے بدلے ایک گناہ معاف ہوگا۔ اور دوسرے کے بدلے اس کا درجہ بلند ہوگا۔

(باقی آئندہ)

○

حضرت صالح عامریؒ اکثر یہ فرمایا کرتے تھے کہ "جب کسی کا دروازہ مسلسل کھٹکھٹایا جاتا ہے تو آخر کار کسی نہ کسی وقت کھول ہی دیا جاتا ہے"۔ رابعہ بصریؒ نے آپ کا یہ جملہ سن کر سوال کیا۔ کہ:۔

"آخر وہ کب کھلے گا؟ کیونکہ وہ تو کبھی بند ہی نہیں ہوا"۔ (تذکرۃ الاولیاء۔ صہ۴۱)

(مرسلہ: ضیاء احمد بسولنگی۔ گوجرانوالہ)

○

مرسلہ: جناب خلیل احمد سولنگی۔ گوجرانوالہ ــــــــــ

# سُراغ رسانی کا انوکھا طریقہ

ڈاکٹر جیمس ایل۔ بارٹن نے اپنے سفرنامہ میں ذہانت اور سراغ رسانی کا ایک نہایت دلچسپ واقعہ لکھا ہے:۔

"میں جس قافلے کے ہمراہ سفر کر رہا تھا اُس کے ساتھ سو سے زیادہ اونٹ تھے جو سب کے سب میر کارواں شیخ محمود ابن موسیٰ کی ملکیت تھے۔ خود شیخ محمود ایک سفید رنگ کے مضبوط اور توانا خچر پر سوار تھا۔ اس خچر کے ساتھ وہ بہت توجہ برتتا تھا اور ایسا لگتا تھا جیسے وہ اس کا بے حد احترام بھی کرتا ہو۔ شیخ کے چہرے پر گھنی داڑھی تھی اور وہ پوری طرح عربی وضع قطع میں تھا۔ رات کے وقت جب کہیں قیام کرتا تو وہ خچر کو بھی اپنے خیمے میں سلاتا تھا اور دن میں بھی وہ اس کو اپنے پاس ہی رکھتا۔ قافلے میں بیس افراد شیخ کے ذاتی خدام تھے اور ان کے لئے آقا یعنی شیخ کا حکم ہی سب کچھ تھا۔ اس سفر میں میرے پاس سونے کے آٹھ سو ریال تھے۔ جنہیں میں ہمیشہ ایک چرمی بیگ میں محفوظ رکھتا تھا۔ رات میں اپنے سرہانے رکھ کر سوتا اور صبح بیدار ہو کر پھر دیکھ کر اطمینان کر لیتا تھا۔ آٹھ روز تک یہ رقم بالکل محفوظ رہی لیکن نویں صبح بیدار ہوا تو میرا بیگ سرہانے سے غائب تھا۔ اس واقعہ سے میرے حواس معطل ہو گئے اور میں سخت پریشان ہوا۔ تاہم میں نے اس کی اطلاع شیخ کو دینا ضروری سمجھا اور فوراً ہی اس کے پاس پہنچ گیا۔ "محترم شیخ!" میں نے کہا۔ "آٹھ روز تک میں آپ کا مہمان رہا اور درحقیقت میں آپ کی پرخلوص رفاقت کا تہ دل سے ممنون ہوں"۔

میرے الفاظ سن کر شیخ نے اپنے دونوں ہاتھ سینہ پر رکھے اور اپنی کمر کو قدرے خم دے کر بولا۔

"مخلصانہ مہمان نوازی ہمیشہ ہی عربوں کا طرۂ امتیاز رہی ہے"۔

پھر میں نے کہا۔ "لیکن کل شب میرے ساتھ ایک ایسا واقعہ پیش آیا جس سے میں سخت پریشان ہوں اور بحیثیت مہمان میرا فرض ہے کہ اپنے معزز

میزبان کے علم میں اسے لاؤں۔"

اور اس تمہید کے بعد میں نے مختصراً اپنے نقصان کی تفصیل شیخ کو بتا دی۔ شیخ نے مجھ سے کچھ سوالات پوچھے اور پھر کچھ دیر خاموش رہا۔ یکایک اس کی آنکھوں میں کچھ چمک سی پیدا ہوئی۔ اس نے مجھے اپنے مخصوص لہجہ میں مخاطب کرتے ہوئے کہا:۔

"آج بھی ہمارا قیام یہیں رہے گا۔ بہر حال آپ کی رقم آج شام تک برآمد ہو جانی چاہیئے۔ انشاء اللہ!"

دوپہر کے کھانے کے بعد شیخ بہترین لباس زیب تن کئے برآمد ہوا اور خیمے سے کچھ فاصلہ پر ایک چبوترے پر چڑھ گیا۔ ایک بڑے سے پتھر پر بیٹھ کر مجھے بھی اپنے پاس آنے کو کہا اور پھر قافلے کے تمام لوگوں کو جمع ہونے کا حکم دیا۔ جب تمام لوگ اکٹھے ہو گئے تو شیخ نے عربی زبان میں میری رقم کی چوری کے واقعہ کا ذکر کیا اور پھر قافلے کے تمام لوگوں کو کہا:۔

"یہ معزز مہمان میرے محافظت میں ہے کسی نے اس کی رقم چرائی ہے اور وہ چور اس کیمپ ہی میں موجود ہے۔ کیونکہ کیمپ کے آس پاس دور دور تک کوئی آبادی نہیں ہے۔ دیکھو! میرا یہ سفید خچر غیر معمولی خصوصیات کا حامل ہے۔ کسی بھی واقعہ کی اصل حقیقت یہ فوراً جان لیتا ہے وہ اپنی آواز سے اصل مجرم کی نشاندہی کرے گا۔ اب تم ایک ایک کر کے میرے خیمے میں داخل ہو گے۔ پہلے ایک شخص اندر جائے گا اور اندر سے پردہ ڈال دے گا تا کہ ہم لوگ اسے نہ دیکھ سکیں۔ اب خیمہ میں اللہ کی ذات اور خچر کے سوا کوئی بھی نہ ہو گا۔ اس شخص کو خچر کی دُم پر ہاتھ پھیرنا ہو گا جب کوئی بے گناہ ہاتھ پھیرے گا تو خچر خاموش رہے گا لیکن جونہی مجرم کا ہاتھ وہاں پڑے گا۔ خچر ہنہنانے لگے گا اور چور پکڑا جائے گا۔"

پہلے دو تین آدمی خیمے کے اندر داخل ہوئے اور جب وہ واپس آئے تو شیخ نے ہر ایک کے ہاتھ سونگھے۔ لیکن چوتھے آدمی کا ہاتھ سونگھ کر فوراً ہی اس کے منہ پر طمانچہ رسید کیا۔ اور نہایت غضبناک ہو کر بولا۔

"چور پکڑا گیا بتا تو نے رقم کہاں چھپا رکھی ہے؟"

اب اس شخص کا برا حال تھا خوف کے مارے تھر تھر کانپ رہا تھا۔ وہ شیخ کے قدموں میں گر پڑا اور پھر تیزی سے اٹھ کر اس جگہ گیا جہاں میرا چرمی بیگ چھپایا گیا تھا۔ میں واقعی شیخ کی ذہانت پر حیران و ششدر رہ گیا۔ اس چوری کا سراغ لگانے کے لئے اس نے اپنے سفید خچر کی دم پر کوئی خوشبو دار دوا مل دی تھی۔ ہر شخص جب خچر کی دم پر ہاتھ پھیرتا تو دوا کا کچھ حصہ ہاتھوں میں ضرور لگتا اور اس کی خوشبو یہ بات ظاہر کر دیتی تھی کہ اس شخص نے دم پر ہاتھ پھیرا ہے۔ لیکن جو مجرم تھا اسے یہ جرأت نہ ہو سکی کہ وہ خچر کی دم پہ ہاتھ پھیرتا۔ چنانچہ وہ بغیر دم پر ہاتھ لگائے خیمہ سے باہر آ گیا اور شیخ نے اس کا ہاتھ سونگھتے ہی اسے فوراً پکڑ لیا کیونکہ اس کے ہاتھ سے دوا کی خوشبو نہیں آ رہی تھی۔" (انگریزی سے ترجمہ)

# غیر ملکی مبصّرین کا

# پاک فوج کو خراجِ عقیدت

○ ۵ ستمبر ۱۹۶۵ء کو امریکن براڈ کاسٹنگ کارپوریشن کے نمائندے رائے میلونی نے کہا۔ "صحافت میں مجھے تیس سال گزر گئے ہیں۔ میں یہ حقیقت ریکارڈ میں لانا چاہتا ہوں کہ میں نے ایسے خود اعتماد اور فاتح سپاہی اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھے تھے جیسے پاک فوج میں دیکھ رہا ہوں۔"

○ ۱۶ ستمبر ۱۹۶۵ء کو بمبئی کے اخبار "ٹائمز آف انڈیا" نے لکھا:— "دشمن (پاکستان) تمام محاذوں پر جس غیظ و غضب سے لڑ رہا ہے اس کے پیشِ نظر انڈین آرمی کے لئے پاکستان کی سرحد میں پیشقدمی کرنا آسان نہیں رہا۔"

○ ۲۳ ستمبر ۱۹۶۵ء کو بین الاقوامی شہرت یافتہ امریکی ہفت روزہ "ٹائم" کے نمائندے لوئیس کرار نے جنگ ستمبر ۶۵ء کا آنکھوں دیکھا حال لکھا۔ وہ رقمطراز ہے:— "میں پاک، بھارت جنگ کو شاید بھول جاؤں گا لیکن پاک فوج کا جو افسر مجھے محاذ پر لے گیا تھا اس کی مسکراہٹ کو کبھی نہیں بھول سکوں گا۔ یہ مسکراہٹ مجھے بتا رہی تھی کہ پاکستانی نوجوان کس قدر نڈر اور دلیر ہیں۔ جوان سے جرنیل تک کو میں نے اس طرح آگ کے ساتھ کھیلتے دیکھا ہے جس طرح گلیوں میں بچے کانچ کی گولیوں سے کھیلتے ہیں۔"—— لوئیس کرار نے اپنی رپورٹ ان الفاظ سے شروع کی تھی۔—— "جو قوم موت سے آنکھ مچولی کھیلنا جانتی ہو اسے کون شکست دے سکتا ہے؟"

○ برطانیہ کے مشہور ریڈیو بی۔ بی۔ سی کے نمائندے برائن ہیچو نے لکھا۔ "فائر بندی ہوئے تین گھنٹے گزر گئے ہیں میں ٹینکوں اور انسانوں کے قبرستان میں گھوم رہا ہوں فضا میں گرد اڑ رہی ہے۔ ماحول اور فضا میں موت کا تعفن بسا ہوا ہے۔ میرے سامنے صرف تین میل کی وسعت میں بھارت کے پچیس ۲۵ جلے ہوئے سینچورین ٹینک پڑے ہیں وہ مرے ہوئے مچھوؤں کی طرح دکھائی دے رہے ہیں جن کا زہر ہمیشہ کے لئے ختم ہو چکا ہے۔ ان ٹینکوں کو چلانے والے بھاگ نہیں سکے وہ ان کے اندر جلے پڑے ہیں میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ پاکستان نے بھارت کو کس قدر فیصلہ کن شکست دی ہے اس وقت تک پاک فوج کے جوان میرے سامنے تین سو بھارتیوں کی لاشیں ایک گڑھے میں دفن کر چکے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ

فاستبقوا الخیرات

## مجلس خدام الاحمدیہ مغربی جرمنی کا تیسرا سالانہ اجتماع:

(نوٹ: مغربی جرمنی میں اس وقت خدام کی دو مجالس ہیمبرگ اور فرینکفورٹ میں قائم ہیں اس کے علاوہ دیہات میں جو خدام ہیں اس سے بھی باقاعدہ رابطہ ہے)

یہ اجتماع خدام الاحمدیہ فرینکفورٹ کے زیر اہتمام ۱۷، ۱۸ رجون کو مسجد احمدیہ فرینکفورٹ میں منعقد ہوا۔ اجتماع کے جملہ انتظامات ایک انتظامیہ کمیٹی نے مکرم منصور خان صاحب کی نگرانی میں مکمل کئے۔

۱۷ رجون کو بعد نماز جمعہ افتتاحی اجلاس مکرم حیدر علی صاحب ظفر نائب صدر خدام الاحمدیہ کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ اور صدر مجلس خدام الاحمدیہ کے تازہ پیغامات پڑھ کر سنائے گئے۔ اس کے بعد صدر جلسہ نے افتتاحی خطاب فرمایا۔ بعد ازاں ورزشی مقابلے کروائے گئے۔

نماز مغرب وعشاء کے بعد درس قرآن اور سلائیڈز دکھانے کا پروگرام ہوا

دوسرے روز کا پروگرام نماز تہجد کی ادائیگی کے ساتھ شروع ہوا۔ نماز فجر کے بعد درس حدیث ہوا۔ اس روز تین اجلاس منعقد ہوئے جن میں علمی مقابلے اور تربیتی تقاریر کروائی گئیں۔

اس روز کے دوسرے اجلاس میں مکرم ہدایت اللہ صاحب ہیوبش، مکرم سید منصور احمد صاحب قائد مجلس ہیمبرگ اور ناصر احمد صاحب شمس مبلغ سلسلہ نے تقاریر کیں۔ اور خدام کو ان کی ذمہ داریوں سے آگاہ کیا۔

اختتامی اجلاس شام ساڑھے پانچ بجے مکرم حیدر علی صاحب ظفر کی صدارت میں ہوا جس میں چند تربیتی تقاریر، تقسیم انعامات اور صدارتی خطاب کے بعد اجتماعی دعا کے ساتھ یہ سالانہ اجتماع بخیر و خوبی اختتام پذیر ہوا۔

## مجلس خدام الاحمدیہ و اطفال الاحمدیہ سویڈن، ناروے کا پہلا سالانہ اجتماع:

یہ اجتماع ۱۸-۱۹ رجون کو مسجد ناصر گوٹن برگ میں منعقد ہوا۔ ۱۸ رجون کو اس کا افتتاح مکرم کمال یوسف صاحب

امام مسجد ناصر گوٹن برگ نے فرمایا۔ اس روز گولہ پھینکنے، دوڑ، کبڈی، والی بال، رسہ کشی کے دلچسپ ورزشی مقابلے ہوئے۔ (اس دوران مسجد میں لجنہ کا اجتماع بھی منعقد ہوا)

دوسرے روز حسن قرأت، اذان، اور تقریر (اردو و سویڈش زبان میں) کے علمی مقابلے ہوئے۔

آخر میں تربیتی اجلاس محترم نور احمد صاحب بولستاد (نارویجین) کی زیر صدارت ہوا جس میں صاحب صدر کے علاوہ میر مسعود احمد صاحب امام مسجد کوپن ہیگن، محترم عبد الکریم صاحب یون صدر جماعت مالمو، مکرم سمیع اللہ زاہد صاحب نائب امام مسجد گوٹن برگ اور محترم عزت اولیوک صاحب، قائد خدام الاحمدیہ گوٹن برگ نے خدام سے خطاب فرمایا۔ محترم میر مسعود احمد صاحب نے خدام میں انعامات تقسیم فرمائے اور دعا کے ساتھ اجلاس برخاست ہوا۔
اس اجتماع میں مالمو، اوریبرو، بورو، یون شوپنگ، لنڈ اور اوسلو (ناروے) کے خدام نے شرکت کی۔

## ● مجلس خدام الاحمدیہ لطیف آباد

۱۲ جون کو کساتو موری کے مقام پر پکنک منائی گئی۔ اس موقعہ پر خدام کے ورزشی مقابلے بھی کروائے گئے۔

## ● مجلس خدام الاحمدیہ ضلع شاہ فیصل آباد (لائلپور)

مؤرخہ ۱۲ جون کو امیر صاحب ضلع کی زیر صدارت مجلس عاملہ ضلع کا اجلاس ہوا جس میں مکرم مرزا ظفر اقبال صاحب کو الوداعی ایڈریس پیش کیا گیا۔ ازاں بعد امیر صاحب ضلع نے مجلس عاملہ کے جملہ (نئے) اراکین سے خطاب فرماتے ہوئے انہیں ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی اور ہدایات سے نوازا۔ دوسرا اجلاس قائد صاحب ضلع کی صدارت میں منعقد ہوا جس میں مجلس کی کارکردگی کا جائزہ لیا گیا اور مرکز کی طرف سے آمدہ ہدایات اراکین کو دی گئیں۔

---

ماہ اگست میں قیادت ضلع کے زیر اہتمام مجلس خدام الاحمدیہ گوکھووال ۲۹ ر ب گھسیٹ پورہ تحصیل سمندری وگرجرہ ۲۸۴ ج ب اور سر شمیر روڈ میں تربیتی اجلاس کروائے گئے جن میں قیادت ضلع کے نمائندگان کے علاوہ مرکزی نمائندگان اور علماء سلسلہ نے شمولیت کی اور خدام کو ان کے کاموں کی طرف توجہ دلائی اسی طرح تربیتی مواضیع پر تقاریر بھی کروائی گئیں۔

## ● مجلس خدام الاحمدیہ شیخوپورہ

مجلس خدام الاحمدیہ شیخوپورہ کے زیر اہتمام ۱۷ جون کو تربیتی کلاس منعقد ہوئی جس میں مکرم مولانا عبد المالک خان صاحب

اور حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب نے خطاب فرمایا۔ اجلاس میں احمدی اور غیر احمدی احباب نے بکثرت شامل ہو کر استفادہ کیا۔ اجلاس کے بعد تمام مہمانوں کو کھانا کھلایا گیا۔ بعد نماز جمعہ مجلس عاملہ کا اجلاس نائب صدر مکرم جناب محمد شفیق قیصر صاحب کی صدارت میں ہوا۔

## ● مجلس خدام الاحمدیہ چک ۱۵۲ شمالی سرگودھا

۲۶ جون اور ۱۹ جولائی کو مکرم خوشی محمد صاحب شاکر مربی سلسلہ نے دو وقار عمل کرائے۔ پہلے وقار عمل میں مقامی غیر احمدی مسجد کا فرش ڈلوایا گیا اور دوسرے وقار عمل میں ایک راستہ کو درست کیا گیا۔ پہلے وقار عمل میں ۱۴ اور دوسرے میں ۳۰ خدام و انصار اور اطفال نے شرکت کی۔

## ● سالانہ تربیتی قیادت ضلع کلاس گوجرانوالہ

مورخہ ۷، ۸ جولائی کو مجلس خدام الاحمدیہ ضلع گوجرانوالہ کے زیر اہتمام تربیتی کلاس ہوئی جس میں تربیتی تقاریر علمی مقابلے، مجلس سوال و جواب اور سلائیڈز دکھانے کا پروگرام شامل تھا۔ آخر میں تقسیم انعامات کی تقریب اور دعا پر اجلاس اختتام پذیر ہوا۔ قیادت ضلع گوجرانوالہ کی طرف سے کارکردگی کے لحاظ سے مجلس چک پٹھان کو اوّل انعام کا مستحق قرار دیا گیا۔

## ● مجلس خدام الاحمدیہ ربوہ

ماہ جولائی میں آل ربوہ فٹبال ٹورنامنٹ کروایا گیا۔ سات بلاکوں کی ٹیموں نے شرکت کی۔ صدر بلاک نے اوّل اور برکات بلاک نے دوم پوزیشن حاصل کی۔ محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد نے انعامات تقسیم فرمائے اور کھلاڑیوں کو زریں نصائح سے نوازا۔
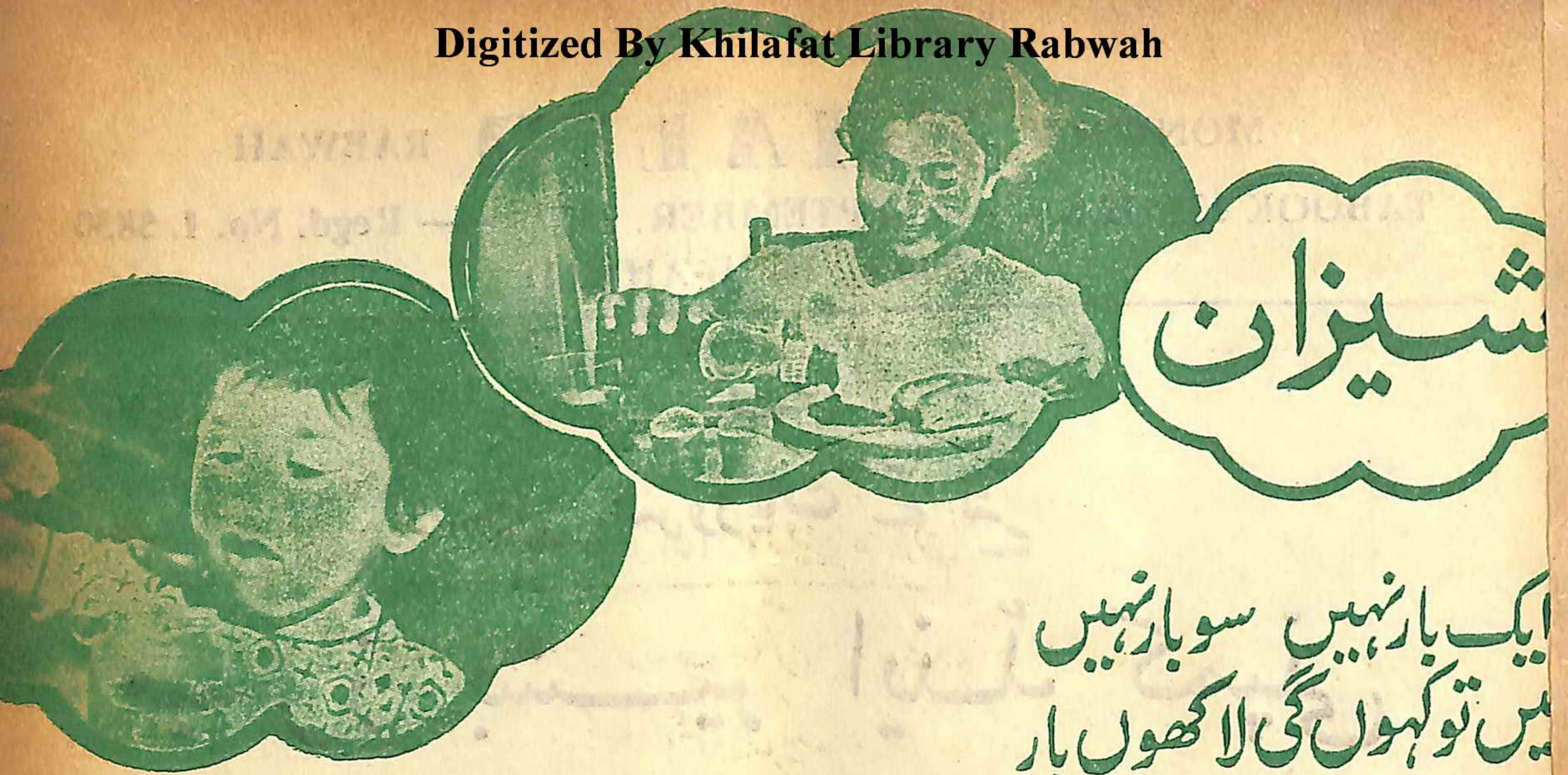
شیزان
ایک بار نہیں سو بار نہیں
یں تو کہوں گی لاکھوں بار
شیزان کی ہر چیز ہے
سب سے مزے دار
MANGO SQUASH
Apple Jelly
Apricot Jam

MONTHLY **KHALID** RABWAH

TABOOK 1356 H.S.——SEPTEMBER, 1977——Regd. No. L 5830

*Editor* : H. M. AHMAD

---



✦✦✦✦✦✦✦✦✦✦✦✦✦✦✦✦✦✦✦✦✦✦✦✦✦✦✦

ضیاء الاسلام پریس ربوہ میں چھپا۔ (طابع: نائیٹل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں چھپا۔)